بسم اللہ الرحمان الرحیم

جناب جنبہ صاحب السلام علیکم

آپ نے شیخ راحیل صاحب کے خط کا بہت شاندار علمی جواب دیا ہے۔شیخ صاحب کا کمزور موقف دلیل کا ایک وار بھی نا سہہ سکا اور **و ھی خاویة علیٰ عروشھا** کا منظر پیش کر رہا ہے۔

جنبہ صاحب ! دیانتداری کے ساتھ میں جو کچھ محسوس کرتا ہوں کیا میں آپکی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں۔

ا۔ خلیفہ رابع کا آپکو یہ کہنا کہ کسی دعویٰ کے چکر میں نہ پڑیں البتہ غلام مسیح الزماں ہونے میں کوئی حرج نہیں۔غلامی کے دائرہ میں رہتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اصلاح کا فریضہ ادا کرنا تو ٹھیک ہے اور ہر احمدی کو ایسا کرنا بھی چاہیے لیکن دعویٰ کے چکر میں پڑ کر آخر کیا حاصل ہو گا۔

۲۔میری رائے میں تو دعویٰ تب ہی درست ہونا چاہیے جبکہ واضح طور پر الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایسا کرنے کا حکم دے۔

۳۔ کیا آپ الہام کے وہ الفاظ بتائینگے جن میں خدا تعالیٰ نے آپکو مصلح یا مامور کہہ کر پکارا ہے۔

۴۔ اگر ایسا ہوا ہے تو اس صورت میں مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ بطور مصلح اصلاح کا اجنڈا کیا ہے یعنی وہ کون سی باتیں ہیں آپ جن کی اصلاح پر مامور ہوئے ہیں۔

۵۔حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جاری ہونے والی خلافت حقہ کو انتخابی خلافت قرار دینا اس لحاظ سے درست نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہونے والی خلافت راشدہ میں خلفاء روح القدس پا لینے کے دعویٰ کے ساتھ خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ کسی نہ کسی کے تجویز کردہ تھے۔

۶۔جنبہ صاحب آپکو جو دعائیہ نظم القا ہوئی وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے مصلح ہونا کیسے ثابت ہوا۔

۷۔آپکی اس منطق پہ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خلیفہ رابعؒ کو ظالم غاصب اور انتخابی خلیفہ قرار دیتے ہیں اور پھر اسی ظالم کے کے شعر یعنی اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا کا اطلاق اپنے اوپر کرتے ہیں۔

۸۔بعض لوگ اللہ والے تو ہوتے ہیں انہیں خوابیں بھی آتی ہیں خدا کا یہ فضل انکے ظرف سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لیے ان کے ظرف سے چھلک جاتا ہے کیا بعینہ یہ معاملہ آپکے اوپر صادق نہیں آتا۔

۹۔اجتہادی غلطی آپنے تسلیم کیا ہے کہ جرم نہیں ہوتی تو خلیفہ ثانی کا موعود مصلح اور موعود بیٹا ہونا آپنے اپنے اس نظریہ کے باوجود کیونکر غلط قرار دیا۔

۱۰۔جو نظام خلیفہ ثانیؓ نے جماعت کو دیا اسمیں فی ذاتہ کوئی بڑا سقم نہیں ہے اسکا بلیو پرنٹ بڑا زبردست ہے۔خرابی اس نظام کو چلانے پر مامور افراد میں ہے نہ کہ نظام میں یا نظام کی نگرانی کرنے والوں میں ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے

ہیں صرف تقریروں سے اصلاح کرنا چاہتے ہیں یہ نگرانی کرنے والوں کی کمزوری ہے جس نے لوگوں میں بیچینی پیدا کرکے انہیں نظام سے متنفر کردیا ہے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ جیسے حالات پیدا کردئے ہیں اور عمال حکومت کی ناانصافیوں کو بروقت نا روک کر نیز انصاف کرنے میں تاخیر کرکے انصاف کو قتل کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں اور نہ جانے اس انتظار میں ہیں کہ بیچینی اتنی بڑھ جائے کہ کوئی حضرت عائشہ کی طرح جنگ جمل پر مجبور ہوجائے۔

١١۔ جنبہ صاحب میرا تو یقین ہے کہ یہ خلافت جسے آپ ناحق انتخابی خلافت کہتے ہیں یہ سب وجود انتہا درجہ کے نیک اور پاکباز لوگ ہیں کیا آپ انکی باتیں سنتے اور انہیں دیکھتے نہیں آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ چند کوتاہیوں کی وجہ سے آپ ہر بات کو ہی غلط کہیں۔ جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اس کھیت کے ہر خوشہء گندم کو جلادو۔ یہ تو انتہا پسندی ہوئی طالبان ازم ہوا تقویٰ تو نہ ہوا۔

١٢۔ جنبہ صاحب اگر آپ مصلح ہیں تو وہ اصلاح کریں جسکی واقعتاً ضرورت ہے۔ یعنی جماعت کے ذمہ داروں کی اصلاح کریں کہ وہ اپنی قومی ذمہ داریاں ادا کریں

١٣۔ انکی یہ اصلاح کریں کہ یہ حکم خدا کا ہے نہ کسی ایرے غیرے کا کہ ہر اہم کام میں مشورہ کیا کرو اب اگر کوئی خود کو یہ دھوکہ دے کہ سال میں ایک دفعہ مجلس شوریٰ ہوتی تو ہے۔ بس ہم نے یہ حکم پورا کردیا۔ ایک اکیلا آدمی آخر جتنی بھی ہمت کرلے ساری دنیا سے تعلق رکھنے والی ذمہ داریاں تنہا ادا نہیں کرسکتا۔ پتہ نہیں کس بات کا خوف ہے کہ سارا سال کاموں میں مدد کرنے والی اور شکایات کی چھان بین کرنے والی اور تھنک ٹینک کے طور پر مشورے دینے والی مرکزی شوریٰ کیوں نہیں بنائی جاتی شاید اس کے ایک ممکنہ نقصان کے ڈر سے اسکے باقی فوائد بھی ہاتھ سے جانے دئے گئے ہوں۔

ساری دنیا میں جماعت کی ترقی کے لیے تجاویز دینے کی تو کھلی دعوت دی جانی چاہیے نہ کہ افراد جماعت اور خلیفہ کے درمیان اجنبیت کی دیوار کھڑی کردی جائے بلکہ دونوں کو ایک وجود بنانے کے لئے ہر ممکنہ اقدام کیا جانا چاہیے۔

١٤۔ جنبہ صاحب آپ نے مصلح بننا ہے تو ایسا مصلح بنیں ورنہ خالی دعویٰ ہمارے کس کام کا۔ آپکا دعویٰ ہمارے کام تو تب آئیگا جب وہ اس اصول پر پورا اترے گا کہ ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے درد کی دوا کرے کوئی

١٥۔ جنبہ صاحب آپ نے اصلاح کرنی ہے تو یہ اصلاح کریں کہ کوئی امیر ہو یا ذیلی تنظیم کا صدر تین دفعہ سے زیادہ منتخب نہ ہوسکے اور ہر بار اسکی منظوری سے پہلے اچھی طرح دیکھا جائے کہ اس نے اپنی ذمہ داریاں ادا کی بھی ہیں یا نہیں اور اسکی نگرانی میں ہر شعبہ نے ترقی کی ہے یا جمود رہا ہے۔

١٦۔ کیا آپکے پاس درج ذیل مسائل کا حل اور اصلاح کا اجنڈا ہے کہ

١۔ وکالت تبشیر کو کلرکوں والے کام میں سے نکال کر ساری دنیا کے متعلق ان پر عائد ہونے والی ذ

۱۷۔ کیا ناظر اعلیٰ ربوہ کے علاوہ سارے پاکستان کی احمدی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے امور کے جوابدہ نہیں ہیں وہ کیوں اعلان نہیں کرتے کہ ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی احمدی کو کسی بھی قسم کا مسئلہ یا شکایت ہو تو اپنے صدر یا امیر کو بتائے اگر پھر بھی اسکا مسئلہ حل نہ ہو تو وہ ناظر اعلیٰ کو بتائے۔کون ناظر اعلیٰ اور وکیل اعلیٰ کو ان کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا پابند کرے گا۔

۱۸۔ آپکے پاس اس مسئلہ کا کیا حل ہے کہ خلیفہ وقت کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ دنیا کے ایک ایک ملک کی ترف توجہ کر سکیں کہ وہاں احمدیت کا نفوذ کسطرح ممکن بنایا جاسکتا ہے۔کون سا ادارہ یا کون سی مرکزی شوریٰ اسطرف توجہ کر کے پلان بنائے کہ لاطینی امریکہ ، سؤتھ امریکہ، ویت نام وغیرہ وغیرہ (سینکڑوں ملک ہیں جن کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں) میں کسطرح قدم آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔جماعت سے تجویز یا مشورہ تو انہوں نے لینا نہیں۔

۱۹۔ اور بھی کئی باتیں اور مسئلے ہیں کیا بطور مصلح آپکے پاس انکا کوئی حل ہے۔

باقی سوالات انشاءاللہ اگلی قسط میں پیش کرونگا۔

والسلام

صادق منصور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

”وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔“ (القصص۔۸)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی تھی کہ اس کو دودھ پلا۔ پس جب تو اُسکے متعلق خائف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ کسی پچھلے واقعہ کی وجہ سے غم کر ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے۔

وحی والہام کی حقیقت اور خاکسار کا اِصلاحی ایجنڈا (agenda)

جناب صادق منصور صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

آپکے خط اور سوالات کیلئے شکریہ۔ آپ نے جو شیخ راحیل صاحب کے خط کے جواب کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے ٹھیک فرمایا ہے۔ لیکن ایسا صرف شیخ صاحب کے سلسلہ ہی میں نہیں ہوا۔ بلکہ خاکسار نے اپنا دعویٰ ”غلام مسیح الزماں“ جس مؤثر اور مدلل رنگ میں خلیفہ رابع صاحب کے آگے رکھا تھا اِسکے نتیجہ میں خلیفہ رابع صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ خلیفہ رابع صاحب بہت تیز مزاج، جوشیلے اور بزعم خویش بڑے علمی انسان تھے۔ لیکن خاکسار کے دعویٰ کے آگے وہ بے بس، لاچار اور ساقط ہو گئے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں تھا بلکہ یہ دلائل اور سچائی کا رعب تھا جس نے وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا (البقرہ۔۲۶۰) کا سامنظر پیدا کر دیا۔ اگر خلیفہ رابع صاحب کے کسی مداح (fan) کو میرے اس بیان میں شک ہو تو وہ بھی میرے مدلل دعویٰ کو جھٹلانے کی کوشش کر کے دیکھ لے۔ آپ نے اپنے کچھ احساسات اور تأثرات کا ذکر فرما کر مجھ سے میرے دعویٰ کے ضمن میں چند سوالات کا جواب مانگا ہے۔ لہٰذا آپکے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال نمبر ا۔ خلیفہ رابع کا آپ کو یہ کہنا کہ کسی دعویٰ کے چکر میں نہ پڑیں البتہ غلام مسیح الزماں ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ غلامی کے دائرہ میں رہتے ہوئے اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اصلاح کا فریضہ ادا کرنا تو ٹھیک ہے اور ہر احمدی کو ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن دعویٰ کے چکر میں پڑ کر آخر کیا حاصل ہوگا۔

الجواب۔ غلام مسیح الزماں ایک الہامی اصطلاح ہے اور اس سے ہر احمدی مراد نہیں ہوسکتا بلکہ اس سے وہ موعود زکی غلام مراد ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بخشی تھی۔ موعود غلام مسیح الزماں کا پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہونا حضرت مرزا صاحبؑ کی سچائی پر اسی طرح گواہی ہے جس طرح خود حضرت مرزا صاحبؑ کا بطور مہدی و مسیح موعود ظہور آنحضرت ﷺ کی سچائی پر گواہی تھا۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد جب کسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر اُسکے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا قطعی انکشاف فرما دے تو پھر وہ انسان کسی خلیفہ کے کہنے پر اپنے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا اعلان کیوں نہ فرمائے؟ اس صورت میں تو وہ خلیفہ حضورؑ کی سچائی کا دشمن ٹھہرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ تو ایک صدی بعد حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی سچائی ظاہر کرنے کیلئے اپنا ایک موعود نشان ظاہر فرمائے لیکن اس وقت کا ایک بالواسطہ نامزد خلیفہ اس موعود نشان سے یہ کہے کہ تو دعویٰ نہ کر۔ کیا وہ دعویٰ اسلئے نہ کرے کہ کہیں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی سچائی بانگ دہل ثابت نہ ہو جائے؟ ایسی صورت میں وہ نام نہاد خلافت، خلافت نہیں بلکہ حضرت بانئے سلسلہ کیلئے زحمت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب تیرہ صدیوں کے بعد آنحضور ﷺ کا موعود غلام قادیان میں ظاہر ہوا تو دعویٰ سے پہلے آپکا کلاس فیلو اور آپکی بے حد عزت کرنے والا مولوی محمد حسین بٹالوی آپکی کتاب ”براہین احمدیہ“ پر اپنا ریویو لکھتا ہے۔ لیکن دعویٰ کے بعد نہ صرف آپ کا سخت دشمن بنتا ہے بلکہ آپؑ پر کفر اور اخراج از اسلام کے فتاویٰ لگوا کر علمائے اسلام اور مسلمانوں کو آپکے خلاف بھڑکا دیتا ہے۔ میرا سوال ہے کہ حضورؑ کے دعویٰ کرنے کے بعد مولوی محمد حسین بٹالوی اور دوسرے علماء کا آپؑ کی مخالفت کرنا کیا آنحضور ﷺ کی دشمنی نہیں تھا؟ یاد رکھیں جب کسی کی پیشگوئی کے مطابق کوئی موعود انسان دنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو دراصل وہ پیشگوئی فرمانے والے کی سچائی پر گواہ بن کر آتا ہے۔ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اِلٰہی اِنکشاف کے بعد اپنے دعویٰ کا اعلان کرے۔

(ا ا) حضرت مرزا غلام احمدؑ سے پہلے بارہ (۱۲) مجددین تشریف لائے تھے۔ ان میں سے بعض کو شہید کیا گیا اور بعض پابند سلاسل ہوئے۔ ان مجددین نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اور اُسکے حکم پر کس طرح دعاوی کیے ہم اس سے بے خبر ہیں لیکن حضرت مرزا صاحبؑ نے پہلے ۱۸۸۴ء میں مجدد وقت ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر ۱۸۹۱ء میں مہدی و مسیح موعود ہونے

کے دعاوی کا اعلان فرمایا۔۱۹۰۰ء کے قریب نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ سے پہلے تیرہ مجددین مبعوث ہوئے لیکن ان میں
سے کسی ایک نے بھی دعویٰ نہیں کیا تو پھر وہ کونسی مجبوری تھی جس کی بدولت آپؑ نے وقفے وقفے کے بعد نہ صرف ایک بلکہ چار مختلف دعاوی کیے؟ اگر آپ ہی کے فرمان کے مطابق
حضرت مرزا صاحبؑ ''یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ'' کے مطابق پہلے مجددین کی طرح دین اسلام میں پیدا شدہ اَغلاط کی اصلاح اور تجدید فرماتے تو اس میں
کیا حرج تھا؟ (اس حرج کا جواب خاکسار نے اپنے مضمون ''خلیفہ ثانی کے فرمودات اور آپکا پروگرام'' میں دیا ہے آپ وہاں سے پڑھ لینا) آج آپ جو مشورہ مجھے دے رہے
ہیں اگر آپ حضرت مرزا غلام احمدؑ کے وقت میں ہوتے تو کیا یہ مشورہ اُنہیں بھی دیتے اور کہتے کہ مرزا صاحب دعاوی کے چکروں میں پڑ کر آخر کیا حاصل ہوگا؟ اور کیا آپکا یہ مشورہ
جائز اور صائب ہوتا؟

(iii) جناب خلیفہ ثانی صاحب ۱۹۴۴ء تک یہ متواتر اعلان کرتے رہے کہ اگرچہ میں ہی مصلح موعود ہوں (کیا اس کا پتہ اُنہیں انکشاف اِلٰہی سے پہلے ہی چل گیا تھا؟) لیکن مجھے
کسی دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔لیکن ۱۹۴۴ء میں خواب دیکھنے کے بعد نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ قسمیں کھا کھا کر دعویٰ کیا۔اور مزید حیرت یہ کہ
دعویٰ تو کر دیا لیکن احباب جماعت کو اس کا کوئی ثبوت فراہم نہ کیا اور نہ ہی مریدوں کو یہ حق دیا کہ وہ آپ سے دعویٰ مصلح موعود کا ثبوت مانگیں۔اِس کی تفصیل میرے مضامین ''خلیفہ
ثانی صاحب کے فرمودات اور آپکا پروگرام'' اور ''خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود اور اِسکی حقیقت'' میں موجود ہے۔خاکسار نے نہ صرف خالی دعویٰ مصلح موعود کیا ہے بلکہ
اس دعویٰ کا اِلہامی، علمی اور قطعی ثبوت بھی احباب جماعت کے آگے رکھ دیا ہے۔مزید یہ کہ اگر کوئی اس اِلہامی ثبوت کو غلط ثابت کر دے تو اس کیلئے مبلغ دس لاکھ روپے پاکستانی بطور
انعام دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔مدلل دعویٰ کرنے والے کے اعلان دعویٰ پر بھی اعتراض کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے۔اور دوسرا مدعی جو الہامی ثبوت پیش کرنا تو درکنار احباب
جماعت کو کوئی ثبوت مانگنے کا حق دینے کیلئے ہی تیار نہیں اس کیلئے اھلاً و سھلاً و مرحبا کیونکہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ کا جسمانی بیٹا تھا۔بعض کوتاہ اندیش تو اِسکے دعویٰ سے پہلے
ہی اُسے مصلح موعود بنا کر بیٹھ گئے۔کیا یہ شخصیت پرستی نہیں؟ کیا یہی عدل و انصاف اور ایمانداری اور دیانتداری ہے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔خاکسار یہاں لِلّٰہی ایک نصیحت
کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ اگر کسی مدعی کے دعویٰ کی قرآن مجید تصدیق کرے تو تم بھی اِسکی تصدیق کر دو اگرچہ مدعی خواہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو بصورت دیگر اگر ایک دعویٰ کی تکذیب
قرآن مجید کر دے تو اگرچہ مدعی کسی نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو تم بھی اُسکی تکذیب کر دو؟

جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے وہ بھی مجرم ہے اور وہ شخص جب سچائی اُسکے پاس آجائے تو وہ اس کا انکار کرے یا اسے چھپائے تو وہ بھی مجرم ہے۔یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے اپنے
کلام میں کئی جگہوں پر بیان فرمایا ہے۔ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ ط اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ
مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ۔ (العنکبوت آیت۔۶۹) ترجمہ۔اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھ کر اِفترا کرتا ہے یا جو سچی بات کو اس وقت جھٹلاتا ہے جب
وہ اُسکے پاس آجاتی ہے۔کیا ایسے کافروں کی جگہ جہنم نہیں ہونی چاہیے؟

(اولاً) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ظالم قرار دیا ہے جو جھوٹے طور پر کوئی بات بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دے۔(ثانیاً) اس شخص کو بھی ظالم قرار دیا گیا ہے جس
پر سب سے پہلے سچائی کا انکشاف ہو (یعنی نبی اور مصلح وغیرہ) لیکن وہ کسی خوف یا ڈر کی وجہ سے پیغام اِلٰہی کو چھپالے اور لوگوں پر ظاہر نہ کرے۔(ثالثاً) ان لوگوں کو بھی ظالم قرار
دیا گیا ہے جن تک بذریعہ نبی یا مصلح اِلٰہی پیغام تو پہنچے لیکن وہ اس پیغام کے منکر ہو جائیں۔اب جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حق ظاہر فرمایا ہے، میں تو اس پیغام کا انکار کر کے یا
اسے اس ڈر سے چھپا کر کہ کہیں میرا اور میرے اہل وعیال کا جماعت سے اخراج اور مقاطع نہ ہو جائے ظالموں میں شامل ہونا نہیں چاہتا تھا۔میں نے اِلٰہی ناراضگی کے مقابلہ میں
دنیاوی ذلتوں اور دکھوں کو قبول کر لیا ہے۔باقی رہے افراد جماعت اور ان کا خلیفہ تو میرا ان پر کوئی تسلط نہیں۔میرا کام تو صرف کھول کھول کر بیان کر دینا ہی تھا۔الحمدللہ خاکسار نے
یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم اور مدد کیساتھ کر دیا ہے۔اب آگے اللہ تعالیٰ جانے اور اُسکی مخلوق جانے۔

سوال نمبر ۲۔میری رائے میں تو دعویٰ تب ہی درست ہونا چاہیے جبکہ واضح طور پر الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایسا کرنے کا حکم دے۔

سوال نمبر ۳۔کیا آپ الہام کے وہ الفاظ بتائیں گے جن میں خدا تعالیٰ نے آپ کو مصلح یا مامور کہہ کر پکارا ہے۔

الجواب۔آپکے دونوں سوالات کا جولب لباب ہے اس سے ملتا جلتا سوال پہلے بھی مجھ سے کیا گیا تھا۔میں نے اس کا جو جواب دیا تھا تھوڑی بہت کمی بیشی کیساتھ وہی جواب آپ کو
بھی دیتا ہوں۔ثانیاً۔اگر ایک تحریر نافع الناس ہو تو اِسکے اعادہ میں چنداں مضائقہ نہیں۔وحی والہام کیا ہے؟ وحی والہام کے لغوی معنی کسی کو کوئی چیز سمجھانا، خفیہ اشارہ کرنا، دل میں
ڈالنا اور حکم دینا کے ہیں اور اِسکی لامحدود اقسام ہیں۔مثلاً: وحی متلو اور غیر متلو۔وحی جلی اور خفی۔وحی تسخیر۔کشف اور خواب وغیرہ۔چند وحی کی مثالیں قرآن مجید سے درج کرتا ہوں۔
مثال ۱۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔''وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔'' (النحل۔۶۹) اور تیرے ربّ نے شہد کی

مکھی کو وحی کی یعنی حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی عمارتوں میں اپنے چھتے بنا۔

اب اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو وحی کی یعنی اُسے حکم دیا یا اُسکے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو یہ یہ کام کر یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ اور منزل بتا کر اسے اس پر لگا دیا۔اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہد کی مکھی ایک کام کیلئے مسخر ہوگئی یا مامور کر دی گئی اور شہد کی مکھی پر نزول وحی کا یقین کرنے کیلئے ہمارے لیے شہد کی مکھی کا طرزِ عمل ہی کافی ہے

مثال ۲۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔" (القصص۔۸) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی تھی کہ اس کو دودھ پلا۔پس جب تو اُسکے متعلق خائف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں اور نہ کسی پچھلے واقعہ کی وجہ سے غم کر ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کیلئے اس آیت کی تفسیر میں خاکسار دو مسلمہ مفسروں کے حوالے درج کرتا ہے۔

(۱) ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔"پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر، خوف زدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے اُنکے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہادے۔جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا۔" (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

(۲) مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔"اَوْحَیْنَا میں وحی سے الہام اور القاء فی القلب مراد ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ابھی اسے اپنے پاس چھپائے رکھو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔اگر اسکے قتل کا خطرہ لاحق ہو تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینا۔" (جواہر القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۵۳)

میں یہاں عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی عورت اپنے شیر خوار بچے کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے بھی دریا میں بہاتی ہے تو بھی ایسا کرنا بظاہر اپنے بچے کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کوئی عورت ایسا کام کیا شک، وہم یا قیاس کی بنیاد پر کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔اس حالت میں وہ ضرور سوچے گی کہ شاید میرے چھپانے سے بچہ بچ جائے اور دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھے۔لیکن صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنا تو قطعی طور پر موت کے حوالے کرنے والی بات ہوگی۔اب سوال یہ ہے کہ اُم موسیٰ کو جو وحی ہوئی اور جو اُسکے دل میں خیال ڈالا گیا یا القاء فی القلب کیسا تھا اسے حکم ہوا تو یہ القاء فی القلب یا دل کا خیال کتنا عظیم الشان تھا کہ اس نے اُم موسیٰ کو اتنا حق الیقین بخش دیا کہ وہ اپنے لخت جگر کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہانے پر کمربستہ یا مامور ہوگئی۔بظاہر یہاں اسے کوئی لفظی وحی نہیں ہوئی بلکہ القاء فی القلب ہی ہوا اور ایک بات اُسکے دل میں ڈال دی گئی۔اب اُم موسیٰ پر نزول وحی کا یقین کرنے کیلئے ہمارے لیے ازاں بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طرزِ عمل ہی کافی ہے۔اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ بعض اوقات وحی متلو یعنی لفظی وحی کے بغیر ہی القاء فی القلب یا کوئی بات دل میں ڈالنے سے کوئی انسان کسی کام کیلئے مامور ہوجاتا ہے۔

مثال نمبر ۳۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ط قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۔" (صافات۔۱۰۳) ترجمہ۔پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اسکے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا میرے پیارے بچے میں خواب میں اپنے تئیں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جو حکم کیا جاتا ہے اُسے بجالایئے انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اس آیت کی تشریح میں خاکسار پھر ایک حوالہ نقل کرتا ہے۔مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں۔

"فَلَمَّا بَلَغَ الخ جب بیٹا ذرا بڑا ہو کر کاموں میں والد گرامی کا ہاتھ بٹانے لگا اور سات آٹھ برس کا ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔متواتر تین دن انہوں نے یہ خواب دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔چنانچہ بیٹے سے فرمایا بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔بتاؤ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹا فوراً سمجھ گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھے ذبح کرنے کا حکم ہے کیونکہ انبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں۔" (تفسیر جواہر القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱)

اب ان الفاظ میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ متواتر تین دن حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواب دیکھا۔اس کا ذکر قرآن مجید میں تو نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ واقعہ اسی طرح ہوا ہوگا۔ایک باپ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔اور پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی اس قسم کی عظیم الشان آزمائش کرنا چاہے یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے کوئی بڑا اور عظیم الشان کام لینا چاہے تو وہ اس بندے کو خواب اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ اس خواب کے سچا ہونے میں خواب بین کیلئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔اور خواب میں جو پیغام یا حکم بھی دیا جائے اسے اس میں حق الیقین حاصل ہوجائے۔اور عین ممکن ہے یقین دینے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تین دن متواتر یہ خواب دکھایا ہو۔اب سوال یہ ہے کہ یہ کتنا عظیم الشان خواب تھا اور کس عظیم الشان رنگ میں اپنے بندے کو دکھایا گیا کہ وہ اپنے اکلوتے لخت جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار یا مامور ہوگئے؟ اس عظیم الشان قربانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر کوئی لفظی وحی نہیں نازل فرمائی تھی۔صرف ایک خواب دکھایا اور اس رنگ میں دکھایا کہ حضرت ابوالانبیاء علیہ السلام کو کسی لفظی وحی کی ضرورت نہ رہی اور وہ ساری بات سمجھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جگر گوشہ کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔اس حوالہ میں

یہ جو کہا گیا ہے کہ ’’انبیاءؑ کے خواب وحی کا حکم رکھتے ہیں‘‘ تو خاکسار اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ نہ صرف انبیاءؑ کے خواب ہی وحی کا حکم رکھتے ہیں بلکہ ہر ولی اور ہر مومن کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے بشرطیکہ وہ خواب سچا ہو۔ جس خواب میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے یا جسے وہ برگزیدہ کرنا چاہے کوئی مشن سونپتا ہے تو وہ خواب اسے اس رنگ میں دکھاتا ہے کہ خواب بین کو اس کے سچا ہونے میں کوئی ادنیٰ سا بھی شک نہ رہے اور نہ ہی اسے کسی لفظی وحی کی ضرورت رہے۔

خاکسار کی روحانی واردات۔ اب شہد کی مکھی کا شہد بنانے کیلئے مامور ہو جانا یا اُمِ موسیٰ کا القاء فی القلب کے بعد اپنے لختِ جگر کو دریا میں بہا دینا یا ابوالانبیاءؑ کا خواب دیکھنے کے بعد اپنے اکلوتے جگر گوشے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جانا کیا یہ سب انکے فہم کا نتیجہ تھے؟ نہیں بالکل نہیں۔ کیا اِن سب (یعنی شہد کی مکھی، اُمِ موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ) کو جن کاموں کیلئے یہ مامور کیے گئے سرانجام دینے کیلئے کسی وحی متلو کی ضرورت باقی رہ گئی تھی؟ ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا۔ جب خاکسار تیئیس (۲۳) یا چوبیس (۲۴) سال کا ہوا تو پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک منظوم دعا سکھلائی جو درج ذیل ہے۔

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں
دردر کی ٹھوکریں، اے مالک میں کھا رہا ہوں

تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے
اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھا دے

ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا، ہو فکر مجھ کو ہردم

اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمعِ ہدایت، ہر گھر میں، میں جلاؤں

اسلام پر جیئوں میں، اسلام پر، مروں میں
ہر قطرہ اپنے خوں کا، اس کی نظر کروں میں

برائی سے بچوں، اور زباں پہ ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

پھر دعا سکھانے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر خواب دکھائی۔ خواب میں یہ خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے رُو برو کھڑا ہے۔ حضورؑ خاکسار سے فرماتے ہیں۔ ’’غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دعا کرو۔‘‘ اور میں حضورؑ کیساتھ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہی درج بالا دعا پڑھ رہا ہوں کہ میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ جب میں نے چند ماہ پہلے چند منٹوں میں یہ دعائیہ اشعار لکھے تھے اس وقت مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ الہامی اشعار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالے ہیں۔ اب جب میں خواب میں حضورؑ کیساتھ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتا ہوں تب بھی مجھے کوئی ایسا خیال نہ آیا کہ میں ان منظوم اشعار کو الہامی سمجھ لوں۔ اس وقت مجھے نہ اس خواب کی تعبیر کا علم تھا اور نہ ہی اس کی تعبیر جاننے کیلئے میں کسی عالم کے پاس گیا۔ ہاں اتنا یقین ضرور ہو گیا کہ یہ ایک بڑی مبارک خواب ہے وبس۔ وقت گزرتا گیا اور بالآخر وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا وہ مبارک لمحہ آ گیا جب میں ’’نیکی‘‘ اور ’’علم‘‘ کی ماہیت جاننے کیلئے ربّ العزت کے حضور سر بسجدہ ہو گیا۔ اس سجدہ میں خاکسار کو آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی حصول علم کی الہامی دعائیں پڑھنے کیلئے توفیق مل گئی جو کہ درجِ ذیل ہیں۔

۱) رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (القرآن ۲۰۔۱۱۵ و تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے ربّ! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

۲) رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا هُوَ خَیْرٌ عِنْدَكَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے ربّ! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

۳) رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَكَ الْكُلِّیَّةَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے ربّ! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

۴) رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَشْیَاءِ۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے ربّ! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

۵) اے ازلی ابدی خدا ! مجھے زندگی کا شربت پلا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

اور پھر اس سجدہ میں ہی میری کایا پلٹ گئی اور مجھے کامل یقین بخشا گیا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی الہامی دعائیں میرے حق میں بارگاہ ایزدی میں قبول ہو گئیں ہیں۔ اور ''نیکی'' اور ''علم'' کے متعلق بہت سارا علم میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ پھر اسی دن یا اگلے دن ''Virtue is God'' ایسا عظیم الشان الٰہی نظریہ مجھے الہام ہو گیا۔ انہی دنوں اللہ تعالیٰ نے میری درج بالا خواب کی طرف توجہ مبذول کروائی جس میں خاکسار نے حضورؒ کے حکم پر آپؒ کیساتھ اور آپؒ ہی کی پیروی میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر منظوم دعائیہ اشعار پڑھے تھے۔ اِس وقت مجھے یقین بخشا گیا کہ یہ منظوم دعائیہ اشعار میں نے نہیں بنائے تھے بلکہ الہامی طور پر میرے دل میں ڈالے گئے تھے۔ بعد ازاں میرے دل میں بار بار یہ القاء ہوا کہ یہ ''نیکی کی ماہیت'' کا علم تجھے حضورؒ کی اُس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ملا ہے جو آپؒ نے اِس عاجز کی خواب میں اِس عاجز کو اپنے رُوبرو کھڑا کر کے کی تھی۔ اب تک بھی مجھے قطعی طور پر یہ پتہ نہ چلا تھا کہ خاکسار غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہے۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کے آخر میں جو ربوہ میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا تھا۔ یہ جلسہ سالانہ اِس عاجز نے بھی اَٹنڈ (attend) کیا تھا۔ جلسے کے پہلے دن خلیفہ رابع صاحب کی افتتاحی تقریر سے پہلے انہی کا منظوم کلام جو بعد میں ''مردِ حق کی دعا'' کے عنوان سے بھی شائع ہوا تھا، پڑھا گیا۔ میں نے بھی اس نظم کو اس جلسہ میں سنا تھا۔ لیکن مجھے اس وقت کوئی خبر نہیں تھی کہ اس نظم میں کیا کچھ بیان کیا گیا ہے؟ چند ماہ بعد اپریل یا مئی ۱۹۸۴ء میں پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس نظم کے تین اشعار کا تیرے ساتھ تعلق ہے۔

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی ۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ پلٹ جائے گا رت بدل جائے گی

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

عصرِ بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا ۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

پھر اللہ تعالیٰ نے بار بار میرے دل میں یہ ڈالا کہ یاد کر تو اپنی وہ خواب جس میں تو نے مسیح الزماںؒ کے ساتھ آسمان کی طرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تھے۔ اب مامور من اللہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئے یا کسی انسان کو اپنی وحی کے ذریعہ کسی اہم کام پر مامور فرما دے۔ اب جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو خواب دیکھنے کے بعد اس میں شک نہ رہا کہ اُنہیں اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح اُمِ موسیٰ کو وحی یعنی القاء فی القلب کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ مجھے اپنے جگر گوشہ کو دریا میں بہانے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح شہد کی مکھی وحی کے بعد اپنے کام پر مامور ہو گئی۔ اسی طرح مجھے بھی خلیفہ رابع صاحب کے اس شعر کے بعد اپنے ''غلام مسیح الزماں'' یعنی (مصلح موعود) ہونے میں کوئی شک نہ رہا اور میں اپنے ربّ کے آگے لا جواب ہو گیا۔ اس لا جواب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ میری متذکرہ بالا خواب کا یا تو مجھے پتہ تھا یا پھر اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا جس نے مجھے یہ خواب دکھائی تھی۔ خلیفہ رابع صاحب کو بہر حال یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی احمدی کو ایسا خواب دکھایا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے نہ صرف اُسے اپنی دعا میں شامل فرمایا ہے بلکہ بزرگ و برتر ربّ کے حضور اُس کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعا بھی کی ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس غلام نے بھی اپنے آقا کے ارشاد پر اس کی دعا میں شامل ہو کر اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک الہامی دعا کی ہوئی ہے۔ اور اس الہامی دعا میں نہ صرف میں نے اپنی بخشش اور اپنے ''زکی'' بننے کی فریاد کی تھی بلکہ اسلام کی سچائی اور اسکی فتح اور ہدایت کو گھر گھر میں داخل کرنے کی بھی دعا کی تھی۔ اور اس طرح مجھے حق الیقین ہو گیا کہ مجھ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے صداقت اسلام اور فتح اسلام کیلئے مامور کر دیا ہے۔ اسکے بعد بڑی تیزی کیساتھ اللہ تعالیٰ میرے دل پر وحی خفی نازل فرما کر مجھے ''نیکی کی ماہیت'' سمجھاتا چلا گیا اور میں لکھتا چلا گیا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھا دیا کہ یہی الٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی ''الہامی پیشگوئی کی حقیقت'' پر مشتمل ہے اور یہی تیرے ''غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود'' ہونے کا الہامی اور قطعی ثبوت ہے۔ یہاں پر ایک بات عرض کرنی چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے اس سے کسی کو فائدہ ہو جائے۔ وحی اور الہام کے لغوی معانی تو شروع میں درج کیے جا چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر انسان کی اپنی الگ نفسیات ہوتی ہے اور اس نفسیات کو سب سے بہتر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ یقین دلانے کی خاطر ہر انسان کیساتھ اس کی نفسیات کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ میرے جیسے کمزور ہوتے ہیں جنہیں الہامات اور وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں بہت تردّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھانے اور یقین دلانے کی خاطر خاص خاص رنگ میں اُنکے ساتھ سلوک فرماتا ہے تاکہ انہیں الٰہی پیغام سمجھنے میں کوئی ابہام نہ رہے جیسا کہ خاکسار کیساتھ ہونے والے واقعہ سے ظاہر ہے۔

یہاں پر قارئین کیلئے ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ ہر مجدد، مصلح یا نبی مامور من اللہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی راہنمائی میں تجدید اور اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اور وہ مجدد یا مصلح جو موعود بھی ہو تو اسکے مامور من اللہ ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہوسکتا بشرطیکہ اسکے پاس اپنی سچائی کا ثبوت ہو۔ اگر کوئی مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بہت سارے الہامات پیش کرے تو ایسے الہامی دعویٰ کی کسی مخالف کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خواب یا الہام تیرے نفس کی باتیں ہیں۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر کوئی الہامی کتاب نہیں ہوسکتی لیکن منکروں نے اسے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شاعری یا پریشان خوابیں کہہ کر رد کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیاء۔٦) بلکہ کہتے ہیں (یہ) پریشان خوابیں ہیں بلکہ (یہ کہ) اس نے اِفترا کیا ہے بلکہ (یہ کہ) وہ شاعر ہے، سو ہمارے پاس کوئی نشان لائے جس طرح (کے نشانوں کیساتھ) پہلوں کو بھیجا گیا۔

ہاں الہامی ثبوت ایک ایسا نشان ہوتا ہے کہ اگر مخالفوں اور منکروں میں نیکی اور شرافت ہو تو انہیں اسکے آگے ضرور جھکنا پڑتا ہے۔ میں یہاں پر حضرت مہدیؑ کی مثال دیتا ہوں۔ آپؑ کا مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ الہامی تھا۔ لیکن ان الہامات کا سوائے اپنے اصحاب یا ان لوگوں کے جو حسن ظن رکھتے تھے آپکے منکروں پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ آپکے اس الہامی دعویٰ کو آپ کی نفس کی باتیں سمجھتے رہے۔ لیکن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آسمان پر ماہ رمضان کی معین تواریخ پر کسوف وخسوف ہو گیا تو یہ آپکے سچے مہدی ہونے کا قطعی ثبوت تھا۔ اور یہ قطعی ثبوت یا نشان آپ کے تمام الہامات پر بھاری تھا اور اس کا انکار کرنا آپکے مخالفوں پر بھی گراں ہو گیا۔ یہی معاملہ خاکسار کے ساتھ بھی ہو گیا۔ میں نے جب ١٠؍جون ٢٠٠٢ء کو اپنا تحریری دعویٰ کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کی شکل میں خلیفہ رابع صاحب کی خدمت میں بھیجا اور انہیں یہ بھی کہا کہ میرے اس دعویٰ کا آپ بیشک لوگوں میں اعلان کر دیں۔ لیکن خلیفہ رابع صاحب دنیا کی طرف جھک گیا اور انہوں نے میرے دعویٰ کو اپنے آخری سانس تک افراد جماعت سے چھپائے رکھا۔ حتیٰ کہ اس دنیا سے گزر گیا۔ انہوں نے میرا دعویٰ اپنی زندگی میں کیوں چھپائے رکھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مرزا منصور احمد کی وفات پر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ١٢؍دسمبر ١٩٩٧ء میں اپنے جانشین مرزا مسرور احمد کا بالواسطہ تعین کر کے اس کا اظہار بھی کر چکا تھے۔ اور اب وہ سمجھتا تھے کہ اگر میں نے اس ناقابل تردید دعویٰ کا اعلان کر دیا تو ہمارے باپ کی مصلح موعودی بھی گئی اور ہمارے خاندان سے خلافت بھی گئی۔ وہ اپنی زندگی میں اپنے متعلق ''ایک مرد خدا'' جیسی کتابیں تو چھپواتے رہے۔ لیکن جب مرد خدا بننے کا موقعہ آیا تو وہ ایک دنیادار اور ''ایک مرد نفس'' نکلے۔ اگر وہ مرد خدا ہوتا تو ضرور اپنی زندگی میں میرے دعویٰ کا اعلان بھی کرتا اور اگر اسکی نظر میں یہ دعویٰ غلط ہوتا تو ضرور اسے دلائل کیساتھ جھٹلاتا بھی۔ اور اس طرح اُسکی زندگی میں ہی دنیا دیکھ لیتی کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ لیکن اب بھی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا ضرور سچ کو ضرور دیکھے گی۔ بہر حال ١٠؍جون ٢٠٠٢ء کو اپنا تحریری دعویٰ ''غلام مسیح الزماں'' خلیفہ رابع صاحب کی خدمت میں بھیجنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اِنہی معین تواریخ میں یعنی ١٣؍رمضان ١٤٢٤ھ بمطابق ٨؍نومبر ٢٠٠٣ء بروز ہفتہ پہلے خسوف ہوا اور پھر ٢٨؍رمضان ١٤٢٤ھ بمطابق ٢٣؍نومبر ٢٠٠٣ء بروز اتوار کسوف بھی ہو گیا۔ یہ واقعہ بنیادی طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مہدیؑ کی سچائی کیلئے ١٨٩٤ء میں رُونما ہو چکا تھا لیکن ایک بار پھر آپؑ کے موعود زکی غلام کی سچائی کیلئے بھی ایک سو آٹھ سال بعد دوبارہ وقوع پذیر ہو گیا۔ لیکن غلام مسیح الزماں کی سچائی کا اصل الہامی ثبوت یا اس کا الہامی نشان اسکی درج ذیل الہامی علامات (نشانیاں) ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود کے بعد کوئی احمدی اس الہامی لباس میں مدعی بن کر کھڑا ہو جائے تو افراد جماعت کو دوسرے الہاموں کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ آخری اور قطعی فیصلہ تو الہاموں کی بجائے الہامی ثبوت پر ہونا ہے۔

☆ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ ☆ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ١٠٠ تا ١٠٢)

درج بالا الہامی علامات میں بھی اسکی عظیم الشان اور مرکزی علامت اُس کا ''مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔'' ہونا ہے اور میں پوری جماعت بلکہ پوری دنیا کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آؤ میرے اِلٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' میں الہامی پیشگوئی کی اس مرکزی علامت کا مشاہدہ کر لو۔

اگر کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ خلیفہ ثانی صاحب نے بھی تو اپنا دعویٰ مصلح موعود ایک خواب ہی کی بناء پر کیا تھا۔ تو پھر وہ دعویٰ سچا کیوں نہیں ہوسکتا؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ میں اپنے طویل مضمون بعنوان ''خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت'' میں خلیفہ ثانی صاحب کی انتہائی طویل خواب اور اپنی انتہائی مختصر خواب پر خوب تقابلی رنگ میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ قارئین کرام اس مضمون کو پڑھ کر میری اور خلیفہ ثانی صاحب کی خواب کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی میرے ساتھ اس طرح نہیں ہوا کہ آج میں خواب دیکھی اور اگلے دن دعویٰ ٹکا دیا بلکہ خواب دیکھنے اور دعویٰ کرنے میں کافی طویل وقت ہے۔ اور پھر خواب بھی اس رنگ میں دکھائی گئی کہ میں اپنے ربّ کے حضور خوف سے کانپنے لگا۔ اور پھر خلیفہ رابع صاحب کے متذکرہ بالا شعر کے بعد تو میرے لیے نہ کسی لفظی وحی کی ضرورت رہی اور نہ ہی حضرت ابراہیمؑ کی طرح میرے اندر اتنا دم خم رہا کہ میں اس کام کا انکار کر سکوں جس کیلئے مجھے متعین کیا جا چکا تھا۔ اگر خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود سچا تھا تو الہامی پیشگوئی کا ثبوت انہیں ملنا چاہیے تھا نہ کہ مجھ کو؟

سوال نمبر ۴۔ اگر ایسا ہوا ہے تو اس صورت میں مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ بطور مصلح اصلاح کا ایجنڈا کیا ہے یعنی وہ کونسی باتیں ہیں آپ جنکی اصلاح پر مامور ہوئے ہیں؟

الجواب ۔ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ پہلے تو ہم مجدد اعظم حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی بعثت پر غور کرتے ہیں کہ آپ نے کیا کیا اصلاحات فرمائیں تھیں؟ آپؑ نے امت محمدیہ میں حیات مسیح، ختم نبوت اور وحی والہام کے انقطاع کے باطل عقائد کو از روئے قرآن جھٹلایا تھا۔ نصاریٰ نے جو تثلیث اور کفارہ کے باطل عقائد گھڑے ہوئے تھے انہیں بھی آپؑ نے عقلی اور نقلی رو سے جھٹلایا۔ مزید برآں آپؑ نے غلبۂ اسلام کیلئے ایک جماعت تیار کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپکی وفات کے بعد اس جماعت میں بھی بہت ساری خرابیاں پیدا ہو گئیں اور کچھ نفسانی لوگوں نے جماعت کا قبلہ ہی بدل دیا یعنی غلبۂ اسلام کی جگہ غلبۂ خاندان (مغلیہ) نے لے لی۔ ان خرابیوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ایک زکی غلام کی بشارت بخشی تھی۔ اس زکی غلام کو آپؑ نے ''مصلح موعود'' کا نام دیا ہے۔ آپؑ کے الہام اور کلام کے مطابق غلام مسیح الزماں، مسیح موعود کی پیشگوئی میں بھی شامل ہے۔ امت محمدیہ میں یہ متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں بہت ساری جگہوں پر اس کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ''هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ (التوبہ۔ ۳۳)'' میں غلبۂ اسلام کی جو پیشگوئی فرمائی گئی ہے اس کا عملی ظہور مسیح موعود کے زمانے میں ہوگا۔ اب اگرچہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو گزرے ہوئے ایک صدی ہو چکی ہے اور جماعتی مصلح موعود کو گزرے ہوئے بھی چالیس سال گزر چکے ہیں۔ لیکن غلبۂ اسلام ہونا تو در کنار آج بھی اسلام اتنا کمزور اور مظلوم ہے کہ ابتدا سے لیکر آج تک پہلے اتنا کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ میرے فہم اور وجدان کے مطابق ہو سکتا ہے غلبۂ اسلام کی یہ پیشگوئی غلام مسیح الزماں کیساتھ وابستہ ہو؟ اب میں آپکے سوال کی طرف آتا ہوں۔

(۱) آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود غلط تھا اور آپ مصلح موعود نہیں تھے۔ میں اس حقیقت کو قرآن پاک اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں قطعی طور پر اور روز روشن کی طرح ثابت کر چکا ہوں۔ اگر کوئی شخص یا جماعت میرے دلائل کو قرآن مجید اور حضورؑ کے الہامات کی روشنی میں غلط ثابت کر دے تو میں سنت حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے مطابق ایک کثیر رقم بطور انعام دینے کو تیار ہوں۔ جس طرح حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے حیات مسیح کے عقیدے کو قرآن پاک کی رو سے جھٹلا کر امت محمدیہ میں پیدا شدہ ایک باطل عقیدے کی اصلاح فرمائی تھی بالکل اسی طرح خاکسار نے بھی خلیفہ ثانی صاحب کے غلط دعویٰ مصلح موعود کو دلائل سے جھٹلا کر جماعت احمدیہ میں پیدا شدہ ایک باطل اور فاسد عقیدے کی اصلاح فرمائی ہے۔ اور اسکی تفصیل میرے مفصل مضمون ''خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت'' میں موجود ہے۔

(۲) جس طرح امت محمدیہ میں غلط فہمی کی بنا پر ختم نبوت کا غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تھا اور اسکی اصلاح حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی روشنی میں فرمائی۔ اسی طرح جماعت احمدیہ میں بھی ایک غلط دعویٰ مصلح موعود کو قائم اور دائم رکھنے کیلئے خلیفہ ثانی صاحب اور اُسکے جانشینوں نے ختم مجددیت ایسا باطل عقیدہ ایجاد کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض ختم نبوت کا عقیدہ درست بھی ہو تب بھی ختم مجددیت کا عقیدہ درست نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ہی غیر قرآنی ہے تو پھر ختم مجددیت کا عقیدہ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ عقیدہ بھی قرآنی تعلیم کے برخلاف ہے۔ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے اس باطل عقیدہ کی اصلاح کی بھی توفیق فرمائی ہے اور اسکی تفصیل میرے تفصیلی مضمون ''ختم نبوت کے بعد کیا مجددیت بھی ختم؟'' میں پڑھی جا سکتی ہے۔ میرا آپ سے سوال ہے اور آپ اور پوری جماعت ٹھنڈے دل و دماغ سے اس پر غور کریں کہ اگر ۱۸۹۰ء تک عالم اسلام میں کروڑوں مسلمانوں کو حیات مسیح اور ختم نبوت کے عقائد کے سلسلے میں غلطی لگ سکتی تھی تو پھر جماعت احمدیہ میں لاکھوں (۱۹۴۴ء تک احمدیوں کی تعداد لاکھوں ہی میں تھی) احمدیوں کو پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلے میں غلطی کیوں نہیں لگ سکتی؟ یقیناً ایسی غلطی لگ سکتی ہے اور لگ چکی ہے اور اس کا ثبوت خود پیشگوئی مصلح موعود ہے۔ اور اگر آپکے خیال میں جماعت احمدیہ میں یہ غلطی نہیں لگ سکتی تو کیا آپ اور پوری جماعت احمدیہ قرآن مجید اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے الہامات میں سے اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟ قطعاً نہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس بندے پر چاہے اپنی وحی نازل فرماتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ ''رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ'' (وہ) اونچے درجوں والا (ہے) عرش کا مالک ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح القدس نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔ (مومن۔ ۱۶) لیکن بدقسمتی سے اللہ تعالیٰ کے اس بیّن اور صاف فرمان کے باوجود عالم اسلام میں یہ غلط عقیدہ پیدا ہو گیا کہ اب وحی والہام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضورؑ نے انقطاع وحی والہام کے اس باطل عقیدہ کو بھی از روئے قرآن اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر ردّ فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا جس طرح پہلے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام فرمایا کرتا تھا ویسے ہی اب بھی فرماتا ہے۔ صاحب وحی والہام افراد سے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ زندہ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام فرمائے۔ آپؑ نے فرمایا ہے کہ وحی والہام ہی وہ کلید ہے جس سے آسمانی علوم کے بند دروازے کھلتے ہیں۔ اور یہی وہ ہتھیار ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ دین اسلام ادیان باطلہ پر غالب آئے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم ۔ اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں ۔ یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے ۔ بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے، حصار

حضرت مرزا صاحبؑ نے جس عظیم الشان ربانی نعمت کے متعلق فرمایا کہ وہ اب بھی جاری وساری ہے۔ آپکے بعد آپکی جسمانی اولاد ہی اس نعمت اِلٰہی پر ختم کی مہریں لگانے بیٹھ گئی ۔آج جس انسان کے متعلق نظام جماعت کو پتہ چل جائے کہ اِس کو سچی خوابیں آتی ہیں تو وہ آدمی نظام جماعت کی نظر میں مشکوک ہو جاتا ہے اور اس بیچارے کی نگرانی شروع ہو جاتی ہے۔اور جب وہ اس نعمت اِلٰہی کا اظہار کرتا ہے تو خلفاء اسکے متعلق دماغی فتور میں مبتلا ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں۔اور کیا یہ اسی قسم کا فتویٰ نہیں ہے جو ایک صدی قبل حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی لگایا گیا تھا کہ (نعوذ باللہ) اس نے مالیخولیا کی وجہ سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خاکسار پر اپنا فضل اور رحم فرما کر اس جھوٹے رجحان کی بھی تردید فرما دی کہ خلفاء ہی اسکے مقرب ہیں بلکہ وہ اپنے جس بندے سے چاہے کلام فرما سکتا ہے۔

(۴) خاکسار کا یہ پیدائشی عقیدہ ہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی غلامی میں غلام نبوت کا انعام پایا ہے۔ پہلے انبیاء کی طرح یہ آزاد نبوت نہیں ہے بلکہ تابع اور اُمتی نبوت ہے۔اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے تو کوئی ظلی ،تابع یا غلام نبی نہیں گزرا تھا تو میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی خاتم النبیین بھی نہیں گزرا تھا؟ اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو حضورؑ کی موعود غلامی بخشی ہے اگر حضورؑ کا امتی یا غلام نبی ہونے کا یہ عقیدہ غلط تھا تو پھر کیا اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ ایک غلط عقیدہ رکھنے والے انسان کو آپکی موعود غلامی کیلئے چنا تھا؟ اب ہمارے ہی کچھ بھائی جو حضورؑ کے پیروکار بھی ہیں لیکن بدقسمتی سے اس غلط فہمی میں مبتلاء ہو چکے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ نبی اللہ نہیں تھے بلکہ محض مجدد تھے۔آپ نے شیخ راحیل صاحب کے خط کے جواب میں لکھے گئے میرے جس جواب کا ذکر فرمایا ہے میرے اس جواب میں ہمارے انہیں بھائیوں کی غلط فہمی کی اصلاح موجود ہے۔

(۵) جہاں تک آپ نے میرے اصلاحی ایجنڈے کی بات کی ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ آنحضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر جو خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تھا۔آج بھی یہ خطبہ پوری انسانیت کو اپنی طرف بلا رہا ہے اور دنیا کا امن ،سلامتی اور ترقی اسی خطبہ میں مضمر ہے۔خواہ یہ جماعت احمدیہ ہو یا عالم اسلام یا عالم انسانیت، اسی مبارک خطبہ میں بیان فرمائے گئے راہنما اصولوں پر چلنے ہی میں ہماری سب کی بقا اور فلاح ہے۔میرے اصلاحی ایجنڈے کی بنیاد بھی حضور ﷺ کا یہی خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ جہانتک افراد جماعت کا تعلق ہے تو ان مجبور اور مظلوموں کو اس بدترین محمودی غلامی سے نجات ملنی چاہیے۔ان سے جو آزادی ضمیر اور آزادی اظہار کے حقوق چھین لیے گئے ہیں یہ انہیں واپس ملنے چاہیں ۔اطاعت کے نام پر افراد جماعت سے سوال کا حق بھی چھینا گیا ہے۔جبکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''سوال علم کے خزانے کی کنجی ہے''۔لہٰذا غصب شدہ یہ سوال کا حق بھی انہیں واپس ملنا چاہیے۔افراد جماعت پر جو بے انتہا چندوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے وہ بیچارے اسکے نیچے دبے کراہ رہے ہیں۔ان جبری چندوں سے بھی اُنہیں رہائی ملنی چاہیے۔ اگر آنحضور ﷺ کے مبارک ارشاد یعنی ''سید القوم خادمھم قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے'' کے مطابق اس جماعت کے خلفاء اور نمائندے کام کریں تو جماعت اپنے خلفاء کی مالی تحاریک پر انہیں کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اب تک ہمارے کرتا دھرتوں نے ان غریب احمدیوں کی خدمت کی بجائے ان پر اللہ، رسول ﷺ اور مسیح موعودؑ کے نام پر حکومت ہی کی ہے۔ جماعت احمدیہ میں عدلیہ کا ایک مربوط نظام ہونا چاہیے جو مظلوم اور بے قصور کو جلد انصاف فراہم کر سکے۔ قاضی شریعت محمدی کے مطابق فیصلے کرنے میں آزاد اور بااختیار ہوں اور جماعت اُنکے نان ونفقہ کی مکمل ذمہ دار ہو۔افراد جماعت کو حق انتخاب بھی ملنا چاہیے تا کہ وہ اپنے عہدیداروں اور افسران کا خود انتخاب کر سکیں۔اب سوال یہ ہے کہ اب تک محمودی نظام میں کیا افراد جماعت کو یہ انتخابی حق دیا گیا ہے؟ بالکل نہیں۔کسی بھی لوکل جماعت میں عہدیداران یعنی صدر اور سیکرٹریان وغیرہ کا جب انتخاب ہوتا ہے تو انتخاب سے پہلے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ افراد جماعت سیاست سے پرہیز کرتے ہوئے متقی، دیانتدار، شعائر اسلام کے پابند اور دین کا فہم رکھنے والے افراد کو عہدیدار منتخب کریں۔اور جب افراد جماعت اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے عہدیداران کا انتخاب کر لیتے ہیں تو آخر میں انتخاب کروانے والے یہ اعلان کرتے ہیں کہ جس منتخب عہدیدار کی منظوری مرکز سے آئے گی وہی منتخب سمجھا جائے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد جماعت نے تقویٰ اور دیانتداری کیساتھ جن افراد کا انتخاب کیا تھا وہ سب فریب اور ڈرامہ تھا۔اگر مرکز کے نامزد کردہ لوگوں نے ہی بطور عہدیدار کام کرنا تھا تو یہ انتخابی ڈرامہ رچانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہاں میرا سوال ہے کہ جن لوگوں سے جماعت جان، مال، عزت اور برین واش کر کے اب عقل کی بھی قربانیاں لے رہی ہے کیا جماعت پر فرض نہیں کہ وہ انکے انتخاب پر بھی بھروسہ کرے؟ مرکز میں بیٹھا خوشامدی اور مراعات یافتہ ایک شخص یا چند لوگ جو انتخابی منظوریاں دیتے ہیں کیا وہی ایماندار ہیں اور باقی سارے افراد جماعت بے ایمان ہیں؟ دوئم یہ کہ مریدوں کو تو سیاست سے منع کرنا لیکن خود مذہبی تقدس کا رُوپ دھار کر مکارانہ سیاست کرنا کیا کسی دھرم میں جائز ہے؟ شاید محمودیت میں جائز ہو۔اسی طرح جماعت میں شوریٰ کا ایک مربوط نظام قائم ہونا چاہیے۔ ہر ملک میں جماعت کی ایک نیشنل مجلس شوریٰ ہو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی ایک انٹرنیشنل مجلس شوریٰ ہو۔ان مجالس شوریٰ کے ممبران کو افراد جماعت خود منتخب کریں۔خلیفہ کے

انتخاب کے لیے جومجلس انتخاب (Electoral college) ہو اسکے ممبران نہ تو کسی کے نامزد ہوں اور نہ ہی وہ کسی کے تنخواہ دار ملازم ہوں بلکہ ان کا انتخاب اسی انٹرنیشنل مجلس شوریٰ سے کیا جائے۔اسکے برعکس یہاں تو یہ حالت ہے کہ موجودہ خلافت کمیٹی کے صدر چوہدری حمید اللہ (جن کا جماعت سے کم اور خاندان اقدس سے زیادہ تعلق ہے) خلیفہ خامس کی منظوری سے ان کیلئے کم از کم ایک ملین پونڈ کی تحریک کا بل پاس کرواتا ہے جو انہی کی ملکیت ہونگے۔اور یہ رقم پاکستانی کرنسی میں دس (۱۰) سے بارہ (بارہ) کروڑ روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔گویا خوشامند کی انتہا کیساتھ اس قماش کے لوگ اور اس انداز فکر کے لوگ جن کا عام احمدیوں کیساتھ، انکے دکھ درد اور محرومیوں کیساتھ کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا وہ اس طریق سے اپنے عہدوں پر نہ صرف یہ کہ برقرار رہتے ہیں بلکہ ان میں توسیع پر توسیع بھی لیتے رہتے ہیں۔کیونکہ یہ مہا چالاک لوگ نذرانے اور شکرانے کے نام پر کثیر رشوت کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔اب بتائیں ایسے ''چیف الیکشن کمشنر'' کو انکے عہدے سے کون معزول کرے گا؟

یہ تو جماعت کی اندرونی اصلاحات کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔باقی غلام مسیح الزماں کے اغراض ومقاصد تو اللہ تعالیٰ نے اپنی الہامی پیشگوئی میں بیان فرما دیئے ہیں۔وہ فرماتا ہے۔

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر! تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا۔تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں۔کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔۔۔۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

سوال نمبر ۵۔حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جاری ہونے والی خلافت حقہ کو انتخابی خلافت قرار دینا اس لحاظ سے درست نہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد جاری ہونے والی خلافت راشدہ میں خلفاء روح القدس پالینے کے دعویٰ کیساتھ خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ کسی نہ کسی کے تجویز کردہ تھے۔

الجواب۔جہاں تک خلفائے رسول ﷺ کا تعلق ہے تو وہ خلفائے راشدین اس لیے نہیں کہلاتے کہ وہ رُوح القدس سے کھڑے ہوئے تھے۔بلکہ خواہ وہ نامزد ہوئے تھے یا وہ منتخب ہوئے تھے انکی نامزدگی اور انتخاب میں تقویٰ کا وہ بلند معیار نظر آتا ہے جو ہدایت کے بعد ہی کسی کو نصیب ہوسکتا ہے۔اور یہی وجہ ہے ان کے خلفائے راشدین کہلانے کی۔حقیقت جاننے کیلئے آپ میرا مضمون ''ختم نبوت کے بعد کیا مجددیت بھی ختم؟'' میں مرقوم ایک ذیلی عنوان ''خلفائے راشدین کا طرز عمل'' پڑھ لینا۔اور جہاں تک خلفائے احمدیت کا تعلق ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو قادیان میں حضورؑ کی تدفین سے پہلے صدر انجمن احمدیہ سمیت موقعہ پر موجود تمام احباب جماعت نے متفقہ طور پر منتخب کر لیا تھا۔آپ ایک مرد درویش تھے اور آپ کو حکومتوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔آپکے بعد خلیفہ ثانی صاحب کس طرح خلیفہ بنے یا بنائے گئے میں سردست یہاں اس بحث میں نہیں پڑتا۔موروثی خلافت (حکومت) میں تو جانے والا اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یا کسی دوسرے رشتہ دار کو نامزد کر دیتا ہے۔جیسا کہ اموی اور عباسی خلفاء کرتے رہے ہیں۔لیکن اموی اور عباسی خلفاء محمودی خلفاء سے اس لحاظ سے بہتر تھے کہ انہوں نے خلافت کو موروثی یا خاندانی بنانے کے لیے کسی مکر وفریب یا ریاکاری سے کام نہیں لیا بلکہ جانیوالا خلیفہ اعلانیہ طور پر اپنی زندگی میں ہی یا تو اپنے بیٹے کو یا کسی اور رشتہ دار کو بطور جانشین نامزد کر دیتا تھا۔لیکن خلیفہ ثانی صاحب نے آئندہ خلیفہ کے چناؤ کیلئے اسلامی شوریٰ کے طریق کو منسوخ کرتے ہوئے پاپائیت کی طرز پر ایک مجلس انتخاب (Electoral College) تشکیل دی۔یہ مجلس انتخاب سردست ایک خاندان (ہوسکتا ہے چندصدیوں کے بعد ایک دو خاندان اور شامل کر لیں) نبوت کے علاوہ کسی اور احمدی کو بطور خلیفۃ المسیح منتخب کر ہی نہیں سکتی۔پھر مزید یہ کہ جانے والا خلیفہ ایک مراعات یافتہ اور اپنی ہی نامزد کردہ مجلس انتخاب کے اراکین کو ایک ایسی گائڈ لائن (guide line) دیتا ہے جس کا صاف مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جانشین کو بالواسطہ نامزد (indirect nomination) کر رہا ہوتا ہے۔اور اس طرح کیا یہ خاندانی یا موروثی خلافت نہیں بن جاتی؟؟؟ میں یہاں ایک مثال حلفاً لکھتا ہوں۔

یہ ۱۹۹۸ء کی کوئی شام تھی۔میرے ایک دوست نے مجھے کہا کہ غفار آپ کو پتہ ہے کہ خلیفہ رابع صاحب نے اپنے جانشین کا تعین کر دیا ہے۔میں نے کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں۔لیکن وہ کیسے؟ میرے دوست نے کہا کہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات پر خلیفہ رابع صاحب نے ۱۲ ردسمبر ۱۹۹۷ء کو جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا کیا آپ نے یہ خطبہ سنا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں کیونکہ میرے پاس اس کا انتظام نہیں ہے۔پھر اس نے کہا کہ اس خطبہ جمعہ میں خلیفہ رابع صاحب نے مرزا مسرور احمد صاحب کا بطور خلیفہ خامس تعین کر دیا ہے۔اور آپ دیکھ لینا کہ اگلے خلیفہ مرزا مسرور احمد ہی ہونگے۔اور پھر جب خلیفہ رابع صاحب کی وفات ہوئی تو خلیفہ خامس کے انتخاب کے اعلان تک ایم۔ٹی۔اے پر مسلسل ۱۲ ردسمبر ۱۹۹۷ء کا خطبہ جمعہ نشر ہوتا رہا۔اب سوال یہ ہے کہ میرا یہ دوست نظام جماعت میں کوئی بڑا عہدیدار نہیں ہے اور نہ ہی جماعت کے اندرونی سرکل (inner circle) سے اُسکے

کوئی روابط ہیں۔ وہ ایک عام فہم احمدی ہے۔ ایسا احمدی نظام جماعت جس کا ذہن واش نہیں کر سکا ہے۔ اگر ۱۲ ردسمبر ۱۹۹۷ء کا خطبہ جمعہ سن کر اُسے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ اگلا خلیفہ مرزا مسرور احمد ہے تو پھر جانیوالا خلیفہ جو آئندہ خلیفہ کے انتخاب کیلئے اپنی پسند کے مطابق خاص مراعات یافتہ لوگوں کی ایک مجلس انتخاب بناتا ہے تو اسکے ممبران کو کیا یہ پتہ نہیں چلتا کہ جانے والے خلیفے کا کیا عندیہ اور منشاء ہے اور وہ اگلا خلیفہ کس کو بنانا چاہتا ہے؟ اب کیا یہ مکر اور فریب نہیں کہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے''؟ امر واقع یہ ہے کہ مرزا مسرور احمد کو تو خلیفہ رابع صاحب نے خلیفہ بنایا ہے اور اسی طرح مرزا طاہر احمد کو خلیفہ ثالث نے اور مرزا ناصر احمد کو اُنکے والد خلیفہ ثانی صاحب نے خلیفہ بنایا تھا۔ یہ خلفاء تو انتخابی بھی نہیں چہ جائیکہ الہامی یعنی خدا کے بنائے ہوئے ہوں۔ اب اس طرح کیا یہ خلافت بالواسطہ نامزدگی (indirect nomination) یا موروثی نہیں بن جاتی؟ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا خلافت کی شکل میں اپنا یہ فضل اور رحمت ایک خاندان تک محدود کر لیا ہے؟ ہر گز نہیں۔ یہ چند نفسانی لوگ ہیں جنہوں نے مکر و فریب کے ذریعہ اس اِلٰہی فضل اور رحمت کو اپنے خاندان تک محدود کیا ہے۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ اس طرح مکر و فریب سے بننے والی خلافت کو خلافت حقہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

خلفائے راشدین جو کہ مقتدر حاکم تھے اور اس وقت کے امریکہ یعنی قیصر و کسریٰ کے حکمران بھی ان سے کانپتے تھے کیا انہوں نے بھی کوئی قصر خلافت یا محل تعمیر کروائے تھے؟ ہو سکتا ہے کوئی ایسی شہادت تاریخ میں ریکارڈ ہو جس کا مجھے علم نہ ہو۔ اگر ہے تو مجھے بھی بتانا تا کہ میری معلومات میں بھی اضافہ ہو جائے؟ کیا خلفائے راشدین میں سے کسی نے شوق کی خاطر کبوتر، بطخیں اور گھوڑے بھی پالے تھے؟ جن خلفاء کو آپ حقہ کہہ رہے ہیں انہوں نے جب قصر خلافت بنوانے شروع کر دیئے تو مکافات عمل دیکھئے کہ انہیں ان قصروں میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ اگر آپ قطرے میں دجلہ دیکھنے کی صلاحیت سے بہرہ مند ہیں تو پھر شاید آپ کو وہ تکلیف دہ منظر بھی یاد ہو (اہالیان ربوہ کو تو خوب یاد ہوگا) جب قصر خلافت بن رہا تھا اور اس قصر کی بلند و بالا اور خوبصورت عمارت جوں جوں اوپر اٹھ رہی تھی توں توں اس سے ملحق اللہ کا گھر یعنی مسجد مبارک (ان ایام میں) بالکل ایسے ہی لگ رہی تھی جیسے قصر خلافت کا کوئی سرونٹ کوارٹر (sevant quarter) ہو۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اور اس سوچ اور روپے کی بدولت بالآخر ہم سے وہ زیر تعمیر قصر بھی چھوٹا۔ اور وہ اپنا شہر بھی۔ اور اپنا ملک بھی۔ جو ہماری اُمیدوں کا مرکز تھا۔ جس میں ہمارا مرکز تھا۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۔ (الحشر۔ ۳) اے سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگو! عبرت حاصل کرو۔

ربوہ میں اور ربوہ کے ارد گرد غریب احمدی بیچارے غربت میں پس رہے ہیں۔ انکے بچوں کیلئے نہ کوئی معقول تعلیم کا انتظام اور نہ کوئی علاج کا بندوبست۔ انکے بچے بھوک اور بے روزگاری سے تنگ آ کر چوریاں اور ڈاکے ڈالنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ انکی بچیاں غربت اور افلاس میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو گئیں اور انکے سروں پر سفیدی پھوٹ پڑی۔ لیکن آپکے کسی خلیفہ حقہ نے اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور بدستور ان غرباء پر شرح کیساتھ جان، مال اور عزت کی قربانیاں مسلط کیے رکھیں۔ آپکے ان حقہ خلفاء نے عام انسانی زندگی میں تو تفریق پیدا کر ہی رکھی تھی لیکن یہ مردہ لوگوں میں تفریق پیدا کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ قبرستانوں میں بھی قطعہ خاص اور عمومی قطعات بنا دیئے گئے۔ ایک ہی شہر میں غریب احمدیوں کی اکثریت دو وقت کی روٹی کو ترس رہی ہے اور اسی شہر میں چند مخصوص خاندانوں کیلئے Swimming Pools بنے ہوئے ہیں۔ بقول مرزا بشیر الدین محمود احمد ؎ مساوات اسلام قائم کرو تم ۔ رہے فرق باقی نہ شاہ و گدا میں

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہی حقیقی اسلام اور مساوات محمدی تھی؟ یا نئے شہر سے اپنے شہر (ربوہ) میں یہ مساوات قائم نہ ہو سکی۔ آپکے خلیفہ رابع صاحب نے احمد نگر کی غریب بستی کے ساتھ کروڑوں روپے کا محل بمعہ swimming pool بنوا کر کیا ان غریبوں کی غربت کا مذاق نہیں اڑایا؟ خلیفہ رابع صاحب اپنی اولاد کیلئے پانچ سات لاکھ روپے کے معقول مکانات بنوا کر باقی رقم اگر احمد نگر کے غرباء اور خاص کر احمدیوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟ لیکن یہ کام تو وہ تب کرتے جب وہ خلفائے راشدین کی طرح خلیفہ راشد ہوتے۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپکے اس خلیفہ حقہ کے پاس شاہ جہاں ایسا اقتدار اور سرمایہ ہوتا تو یہ بھی ضرور اپنی مرحومہ بیوی کی یاد میں احمد نگری محل کی جگہ تاج محل بنواتا۔ آپ کو شاید یہ یاد ہوگا کہ اس محل میں خلیفہ رابع صاحب کی ایک بیٹی کی مہندی اور شادی کی تقریب کا جو عالی شان مظاہرہ کیا گیا تھا اور جسے پوری دنیا میں ایم ٹی اے پر ٹیلی کاسٹ (telecast) کیا گیا تھا۔ کیا اُسے دیکھتے ہوئے شہزادی ڈیانا کی شادی کا گماں نہیں گزرتا تھا؟ اور وہ شادی اگلے ہی چند دنوں میں طلاق پر منتج ہو گئی تھی۔ میں یہ یا اس قسم کی دیگر باتیں کسی ذاتی رنجش کیوجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ تو تاریخ کا حصہ ہیں)۔ اگر آپ سمجھدار ہیں اور آپکے سوالات سے لگتا بھی ہے کہ آپ ماشاءاللہ غور و فکر کرنے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے ایک انسان ہیں تو آپ کو یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ دنیوی جاہ و جلال کی طلب اور سرخ کالینوں پر استقبالیہ تقریبات کا اہتمام سادگی اختیار کرنے کی ساری باتیں اور سارے پند و نصائح کو بے اثر بنا دیتا ہے۔ بلکہ دہرے معیاروں کو جنم دیتا ہے۔ کیا محمد ﷺ یا آپکے کسی خلیفہ راشد جن کی پیروی کا ہم صبح شام ڈھنڈورا پیٹتے ہیں نے بھی اپنی کسی بیٹی کو اسی طرح کروفر سے رخصت کیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر قول و فعل میں یہ تفاوت کیوں؟ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ مرزا محمود اور اسکے جانشین انتخابی خلفے بھی نہیں تھے بلکہ یہ مکر اور فریب سے بنے ہوئے خلیفے تھے۔ کیا آپ ان نام نہاد خاندانی خلیفوں کو خلفائے راشدین سے ملاتے ہو؟ کیا آپ کا انہیں خلفائے راشدین سے ملانا خلفائے راشدین (ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ) کی توہین بلکہ اُنکی روحوں کو تڑپانا نہیں ہے ؎

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر　　تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

جہاں تک آپ نے یہ کہا ہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد جاری ہونے والی خلافت کو انتخابی خلافت کہنا درست نہیں تو اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر حضورؑ کے بعد جاری ہونے والی خلافت انتخابی رہتی تو اس میں مجھے یا کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا؟ کیونکہ ''زبان خلق نقارہ خدا'' کے مطابق جمہور کا منتخب کیا ہوا خلیفہ، خلیفہ حق کہلانے کا مستحق ہے لیکن ہم احمدیوں کیساتھ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بعد کیا ہوا؟ خلافت احمدیہ کو کلی طور پر بالواسطہ نامزدگی کیساتھ خاندانی یا موروثی خلافت میں بدل دیا گیا اور جس کسی نے بھی اس کھلی دھاندلی، ظلم اور جبر کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے منافق کہہ کر اس پر اخراج اور مقاطعہ کی چھری چلادی گئی۔ جہاں تک روح القدس یا الہام پا کر کھڑے ہونے والے خلفاء کا تعلق ہے تو وہ صرف انبیاءؑ اور دیگر مصلحین ہوتے ہیں۔ جن کی نہ تو رائے شماری ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کے براہ راست نامزد اور نہ ہی وہ بالواسطہ نامزد ہوتے ہیں۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنے رسالہ الوصیت میں اپنے بعد دو قسم کی خلافت کا ذکر فرمایا ہے (۱) انتخابی خلافت اور (۲) الہامی خلافت یعنی روح القدس سے قائم ہونے والی خلافت۔ اب حضورؑ کے وصال کے بعد خلافت اولی تو بلاشک وشبہ انتخابی تھی۔ لیکن بعد ازاں انتخاب کا محض ڈرامہ شروع ہو گیا۔ آج تک ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' کا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر احباب جماعت کو یہ تأثر دیا گیا ہے کہ یہ خاندانی خلیفے الہامی یا روح القدس پا کر کھڑے ہوئے ہیں جب کہ عام فہم رکھنے والا ایک احمدی بھی (جیسا کہ میں پہلے ایک دوست کی مثال دے چکا ہوں) اس خلافت کی اصلیت سے بخوبی واقف ہے۔ اب تو سب کو پتہ چل گیا ہوگا کہ خلیفہ ثانی صاحب کے بعد آج تک خدا تعالیٰ کس طرح خلیفے بنا رہا ہے؟ میرے اصلاحی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اب یہ خدائی خلیفوں کا ڈرامہ ختم ہو اور اس کی جگہ صحیح انتخابی خلافت راشدہ کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی انٹرنیشنل مجلس شوریٰ سے منتخب ہونے والی مجلس انتخاب (College Electoral) کا منتخب کردہ خلیفہ ہی سچا خلیفہ ہوگا۔ یہ انتخاب کی اصل روح کے مطابق انتخابی ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسے خلیفہ کو رشد و ہدایت بھی ضرور بخشے گا۔ حضورؑ کے بعد الہامی یا روح القدس پا کر کھڑا ہونے والا صرف غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود ہی ہے۔

سوال نمبر ۶۔ جنابہ صاحب آپ کو جو دعائیہ نظم القا ہوئی وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے مصلح ہونا کیسے ثابت ہوا۔

جواب۔ آپ سے اس سوال کا جواب آپکی بلکہ سبھی قارئین کرام کی خصوصی توجہ کا طالب اور انکے گہرے غور وفکر کا متقاضی ہے۔ جب یہ نظم القا ہوئی تو خاکسار نے اس وقت کوئی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بعد ازاں جب میں نے خواب کی حالت میں حضورؑ کی دعا میں شامل ہو کر یہ دعائیہ اشعار اللہ تعالیٰ کے حضور میں پڑھے تھے تب بھی نہ تو مجھے اس خواب کی تعبیر کا علم تھا اور نہ ہی میں نے کوئی مصلح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ خواب دیکھنے کے پانچ یا چھ سال بعد میرے ایم اے سے فارغ ہونے کے بعد میرے آگے ''نیکی کیا ہے؟'' کا سوال پیدا کیا گیا۔ اس وقت میرے دل میں یہ جوش ڈالا گیا کہ میں یہ سوال اللہ تعالیٰ سے پوچھوں۔ اس وقت ایک مبارک سجدے کی توفیق ملی اور اس سجدہ میں مذکورہ بالا الہامی دعائیں پڑھنے کا موقعہ بھی مل گیا اور اسکی تفصیل خاکسار سوال نمبر ۲ اور ۳ کے جواب میں لکھ چکا ہے۔ اس نظم کے ایک شعر ''تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے'' میں کیا ''زکی'' بننے کی دعا نہیں ہے؟ اسی طرح دیگر چار اشعار میں اسلام سے محبت، اسکی فتح اور غلبہ اور اسکے لیے جان دینے کی دعا کروائی گئی ہے۔ آخری شعر میں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت اور میری زبان پر صداقت جاری ہونے یعنی صدیق بننے کی دعا سکھائی ہے۔ اب بطور مصلح موعود آنیوالے موعود غلام کی اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی میں الہامی صفت اس کا ''زکی'' ہونا ہی بیان فرمایا ہے۔ اور اسکی بعثت کی غرض وغایت الہامی پیشگوئی میں غلبہ اسلام ہی بیان کی گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خواب میں خاکسار کے حق میں جو حضورؑ نے دعا کی تھی یہ وہی دعا تھی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ سے فرمایا تھا۔ ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔۔۔۔۔۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا'' حضورؑ کی اسی مقبول دعا کے نتیجہ میں خاکسار کو موعود مصلح ہونے کی عظیم الشان نعمت بخشی گئی ہے۔ اور اسکے ثبوت کے طور پر الہامی پیشگوئی کی حقیقت یا اس کا علمی اور قطعی ثبوت ''نیکی خدا ہے'' کے الٰہی نظریہ میں موجود ہے جس کا تار و پود خلاصۃً ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں مذکور موعود مصلح کی الہامی علامات سے تیار ہوتا ہے۔ مثلاً۔

''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاۗءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اب ''نیکی'' کا یہ سقراطی تصور وہ تصور ہے جس پر افلاطون سے لے کر آج تک کوئی مفکر روشنی نہیں ڈال سکا۔ اور دنیائے علم میں اس خواہش کا برملا اظہار کیا گیا ہے کہ کاش کوئی ایسا معلم ہو جو نیکی کے اس سقراطی تصور پر روشنی ڈال سکے؟ اس کی تفصیل میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' میں موجود ہے۔ مزید برآں سقراط کے بعد یونان کا ایک عظیم فاتح سکندر اعظم گزرا ہے۔ مقدونیہ کی ایک چھوٹی سی بستی سے نکل کر دنیا کا عظیم فاتح بننے والا سکندر اعظم ارسطو کا شاگرد تھا اور بقول ٹیو مارک اسکی تمنا بھی یہی تھی کہ کاش وہ سقراط کے اس ''نیکی'' کے تصور کی ماہیت کو جان سکتا۔ وہ کہتا ہے۔ ''باپ نے مجھے زندگی دی اور استاد نے مجھے جینے کا فن بتایا۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر اقتدار میں وسعت کی بجائے میرے علم میں

وسعت پیدا ہوتی اور میں نیکی کو پہچان سکتا۔'' (ارسطو (حیات وتعلیمات ،فکر وفلسفہ) مصنف ،شاہد مختار صفحہ ۱۲)

مصلح موعود کے خالی ،خیالی یا الہامی دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔خالی ،خیالی یا الہامی دعویٰ تو کوئی بھی کر سکتا ہے اور اس سے کوئی مصلح موعود نہیں بن جایا کرتا۔اصل اہمیت مصلح موعود کے الہامی ثبوت کی ہے۔کیا کوئی میرے اس الہامی ثبوت یا عظیم الشان معجزہ کو جھٹلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔دراصل سچ کو پانے کیلئے اپنے اندر بھی سچائی اور تقویٰ کا ہونا ضروری ہے۔اگر کسی انسان میں وہ سچائی اور تقویٰ موجود ہو تو پھر سچ کو سمجھنے اور پہچاننے میں کوئی دیر نہیں لگتی ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں ۔ اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

سوال نمبر ۷۔آپ کی اس منطق پہ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خلیفہ رابعؒ کو ظالم غاصب اور انتخابی خلیفہ قرار دیتے ہیں اور پھر اسی ظالم کے شعر یعنی اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا کا اطلاق اپنے اوپر کرتے ہیں۔

الجواب۔جناب صادق منصور صاحب! اللہ تعالیٰ کی یہ جاری وساری سنت ہے کہ وہ اپنے مظلوم اور مغضوب بندوں کی مدد بظاہر ظالم بادشاہوں سے بھی کروا دیا کرتا ہے اور حیرت ہے کہ آپ کو اس سنت الٰہی کا بھی پتہ نہیں۔آپ میری منطق پر حیران ہونے سے پہلے برائے کرم قرآن مجید اور حضورؑ کی کتب کو تو بغور پڑھ لیتے۔مزید ہو سکے تو دیگر اولیاء اللہ کی زندگیوں کا بھی مطالعہ کریں۔خاکسار یہاں چند ایسے ہی واقعات درج کرتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بظاہر ظالموں سے اپنے بندوں کی مدد کروائی ہے۔

(۱) قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ملتا ہے۔حضرت یوسفؑ کو اسکے ظالم اور حاسد بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا۔(اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یعقوبؑ اوّل کی جسمانی اولاد اپنے نبی بھائی یوسفؑ کیساتھ ایسا گھٹیا سلوک کر سکتی ہے تو پھر یعقوبؑ ثانی یعنی حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد اپنے روحانی بھائی یعنی زکی غلام کیساتھ ایسا گھٹیا سلوک کیوں نہیں کر سکتی؟ یقیناانہوں نے بھی اپنے روحانی بھائی کیساتھ ایسا ہی گھٹیا سلوک کیا ہے۔) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کیساتھ حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا اور اس طرح وہ بکتا بکا تا عزیز مصر کے گھر میں پہنچ گیا۔عزیز کے گھر میں بھی حضرت یوسفؑ کو ایک سخت اِبتلا درپیش آیا لیکن وہ بفضل اِلٰہی اس ابتلا میں بھی ثابت قدم نکلا۔اس طرح چلتے چلاتے وہ ایک طویل عرصہ مصر کی جیل میں پڑا رہا۔بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جیل سے نکال کر اُسے مصر میں ایک معزز عہدہ دینے کی تدبیر کی۔وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے فرعون مصر کو ایک خواب دکھائی۔فرعون کی اس خواب کی تعبیر کا کسی کو پتہ نہیں چل رہا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ فرعون نے اپنی خواب کی تعبیر جاننے کیلئے حضرت یوسفؑ کو جیل سے بلوایا۔جب حضرت یوسفؑ نے فرعون کو اسکی خواب کی تعبیر بتائی تو وہ آپؑ سے بہت متأثر ہوا اور اس نے آپؑ کو اپنی حکومت میں ایک بااختیار اور معزز عہدہ بخش دیا۔اب یہ اللہ تعالیٰ کی ایک تدبیر تھی جس کی بدولت حضرت یوسفؑ جیل سے نکل کر ایک بااختیار عہدہ پر متمکن ہو گیا۔بعینہ زکی غلام یعنی مصلح موعود بھی حضورؑ کا یوسف ثانی ہے۔آپؑ کے بہت سارے الہامات میں اس یوسف ثانی کا ذکر ہے۔آپؑ نے اپنے اشعار میں بھی اس کا یوں ذکر فرمایا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں ؎

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا ۔ آئی ہے بادصبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ۔ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

یوسفؑ اوّل کی طرح اس یوسف ثانی کو بھی ایک سخت اِبتلا درپیش آنا تھا۔وہ اس طرح کہ جس طرح یوسفؑ اوّل کو اسکے ظالم اور حاسد بھائیوں نے کنویں میں گرا کر اپنے زعم میں اُس کا کام تمام کر دیا تھا بعینہٖ یوسف ثانی کیساتھ بھی اُسکے روحانی بھائیوں نے یہی سلوک کیا۔وہ اس طرح کہ اسکی موعود پیشگوئی پر جھوٹے دعویٰ کیساتھ قبضہ کر کے اُس کو ایک اِبتلا کے کنویں میں دھکیل کر اپنے زُعم میں وہ اس کا کام تمام کر چکے تھے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کیساتھ یوسفؑ اوّل کو جیل سے نکال کر اُسے ایک باعزت اور بااختیار عہدہ بخش دیا تھا اب کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی تدبیر کیساتھ یوسف ثانی یعنی زکی غلام کو بھی اِبتلا کے اندھے کنویں سے نکالتا؟ آپ نے خلیفہ رابع صاحب کے جس شعر کا ذکر فرمایا ہے کہ میں اس کا اپنے اوپر اطلاق کر رہا ہوں۔یہ اللہ تعالیٰ کی وہی تدبیر تھی۔فتدبر۔

حضرت مہدی ومسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

(۲)''خدا جب کسی کام کو کرانا ہی چاہتا ہے تو گردن سے پکڑ کر بھی کرا دیتا ہے۔اسکے منوانے کے عجیب عجیب رنگ ہیں۔چنانچہ ایک مسلمان بادشاہ کا ذکر ہے کہ اس نے امام موسیٰ رضا کو کسی وجہ سے قید کر دیا ہوا تھا۔خدا کی قدرت ایک رات بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو نصف رات کے وقت بلوایا اور نہایت سخت تاکید کی کہ جس حالت میں ہو اسی حالت میں آجاؤ حتیٰ کہ لباس بدلنا بھی تم پر حرام ہے۔وزیر حکم پاتے ہی ننگے سر اور ننگے بدن فوراً حاضر ہوئے اور اس جلدی اور گھبراہٹ کا باعث دریافت کیا۔بادشاہ نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک حبشی آیا اور اس نے گنڈاسے کی قسم کے ایک ہتھیار سے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے اسکی شکل نہایت پر ہیبت اور خوفناک ہے۔اس نے مجھے کہا ہے کہ امام موسیٰ کو ابھی چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں ہلاک کر دونگا اور اسے ایک ہزار اشرفی دے کر جہاں اس کا جی چاہے رہنے کی اجازت دو۔سو تم ابھی جاؤ اور امام موسیٰ رضا کو قید سے رہا

کردو۔ چنانچہ وزیراعظم قید خانہ میں گئے اور قبل اسکے کہ وہ اپنا عندیہ ظاہر کرتے امام موسیٰ رضا بولے کہ پہلے میرا خواب سن لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا خواب یوں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ تم آج ہی قبل اسکے کہ صبح ہو قید سے رہا کئے جاؤ گے۔ غرض یہ ہیں خدا تعالیٰ کے اِقتداری نشانات۔'' (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۷)

(۳) خواجہ عابد نظامی صاحب اپنی کتاب اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں۔

''قلعہ گوالیار سے حضرت مجددؒ کی رہائی کس طرح ہوئی۔ کہتے ہیں اس واقعہ (قید کا واقعہ۔ ناقل) کے کچھ عرصہ بعد جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور ﷺ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے نہایت افسوس سے فرما رہے ہیں کہ جہانگیر! تو نے یہ کیا ستم کیا تو نے ایک ایسے شخص کو جیل میں ڈال دیا، جو نہایت سچی بات کہتا ہے۔ اس خواب کے بعد حضرت مجددؒ قلعہ گوالیار سے رہا کر دیئے گئے۔ اس واقعے کے بعد جہانگیر آپکا معتقد ہو گیا۔ آخری عمر میں تو اکثر کہا کرتا تھا کہ ہر چند میں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو آخرت میں نجات کا ذریعہ بن سکے، میرے پاس ایک ایسی دستاویز موجود ہے جو میں اپنے پروردگار کے حضور پیش کرونگا، امید ہے اسکے باعث میری مغفرت ہو جائیگی۔ وہ دستاویز یہ ہے کہ ایک روز مجھ سے شیخ احمد سرہندیؒ نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں لے جائیگا، تو میں تیرے بغیر نہیں جاؤنگا۔'' (اولیاء اللہ، مصنفہ خواجہ عابد نظامی صفحہ ۳۰۲۔ مکتبہ درویش لاہور)

(۴) مزید برآں یاد رہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کچھ مصالح اور اغراض مخفی کیلئے کسی انسان کے فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے کر اس سے کوئی قول یا فعل صادر کروا دیتا ہے جس سے وہ حکمت اِلٰہی جس کا وہ ارادہ کر چکا ہوتا ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ حضورؑ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

''یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا مگر بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کیلئے انبیاء کے فہم و ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر ان سے صادر ہوتا ہے اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔'' (روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۱۵)

جس قسم کے اللہ تعالیٰ کے سلوک کا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا ہے ایسا سلوک صرف انبیاءؑ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے سے چاہے وہ ایسا سلوک فرما سکتا ہے۔ اور خاکسار کامل یقین رکھتا ہے کہ خلیفہ رابع سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہی سلوک فرمایا تھا۔ آپکے منہ سے وہ اشعار نکلوائے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ؎

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا ۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اب آپ نے مندرجہ بالا شعر کا جو حوالہ دیا ہے کہ میں اسے اپنے اوپر چسپاں کر رہا ہوں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خاکسار اس شعر کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ پہلے مجھ سے خواب میں دعا کیلئے ہاتھ اُٹھوا کر اور پھر خلیفہ رابع صاحب کے منہ سے یہ شعر نکلوا کر یہ شعر مجھ پر چسپاں کر دیا ہے۔ مثلاً اس شعر میں جو ہاتھ اٹھانے کا ذکر کیا گیا ہے اسکے متعلق خاکسار حلفاً کہتا ہے کہ یہ ہاتھ اٹھانے کا واقعہ خلیفہ رابع صاحب کے شعر کہنے سے پانچ یا چھ سال قبل خواب میں میرے ساتھ اسی طرح ہوا تھا۔ اور میں نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے اِرشاد پر دعا کیلئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے تھے۔ اب خلیفہ رابع صاحب کو تو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ میں کسی احمدی نوجوان نے ایسی کوئی خواب دیکھی ہوئی ہے جس میں اس نے مسیح الزماںؑ کے ارشاد پر دعا کیلئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس احمدی نوجوان نے ہاتھ اٹھائے تھے اسے بھی اپنی خواب کی تعبیر کا کوئی علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی لاعلمی میں حصول علم میں مگن اپنے شب و روز گزارتا چلا جا رہا تھا۔ یہ وہ سلوک ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے بندوں کو کسی اِبتلا میں ڈال دیا کرتا ہے (مثلاً حضورؑ کا الہامی پیشگوئی میں الہامی لفظ غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھ دینا۔ اور آج جس ابتلا میں جماعت احمدیہ داخل ہے یہ ابتلا اسی اجتہادی قیاس کی بدولت واقع ہوا ہے۔ فتدبر) اور بعض اوقات اپنے بندوں کے ابتلا سے نکلنے کے سامان بھی وہ فراہم کر دیتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ میں اپنی کتاب ''غلام مسیح الزماں'' میں ''امام وقت کی حیرت انگیز بشارات'' کے عنوان کے تحت اسکی تفصیل بیان کر چکا ہوں۔

اب متذکرہ بالا تینوں امثال سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تینوں مظلوم اور مغضوب بندوں یعنی حضرت یوسفؑ، حضرت امام موسیٰ رضاؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اپنے وقت کے ظالم اور جابر بادشاہوں سے نجات دلائی تھی۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ ان ظالم اور جابر بادشاہوں نے کیونکر سچی خوابیں دیکھ لیں جب کہ اللہ تعالیٰ سچی خوابیں تو اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو دکھاتا ہے۔ تو اس ضمن میں جواباً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسی کوئی پابندی نہیں اور وہ اگر چاہے تو کسی ظالم کو بھی سچی خواب دکھا کر اپنا کوئی ارادہ پورا فرما لیتا ہے یا مخلوق خدا کی ہدایت اور انہیں کسی ابتلا سے نکالنے کیلئے کسی ظالم اور غاصب خلیفہ کے فہم و ادراک کو اپنے قبضہ میں لے کر اسکے منہ سے بعض ایسے کلمات صادر کروا سکتا ہے جن میں اُسکے بندوں کیلئے رشد و ہدایت پوشیدہ ہو۔ متذکرہ بالا تینوں مثالوں میں تینوں بادشاہوں پر خواب دیکھنے کے بعد خوف اِلٰہی طاری ہو گیا اور انہوں نے فوری طور پر رضا اِلٰہی کے مطابق عمل کر کے اسکی رضا حاصل کر لی۔ جہاں تک خلیفہ رابع صاحب کا تعلق ہے تو میرے قطعی اور مدلل دعویٰ ''غلام مسیح الزماں'' کی بدولت آپ پر بھی خوف اِلٰہی طاری ہو چکا تھا اور اسکا نظارہ جماعت احمدیہ ایم ٹی اے پر کرتی رہی ہے۔ لیکن چونکہ بوجھ بہت زیادہ تھا لہٰذا اُٹھا نہ سکے۔ بہر حال میرے دعویٰ غلام مسیح الزماں کی تصدیق یا تکذیب کرنا آپ کا فرض منصبی تھا۔ لیکن خاموش رہ کر آپ نے نہ صرف مجھ پر بلکہ اپنے آپ پر بھی ظلم کیا اور پوری جماعت کو بھی ایک اِبتلاء میں ڈال گئے۔

جہاں تک آپکا یہ فرمانا ہے کہ خاکسار نے خلیفہ رابع صاحب کو ظالم، غاصب اور انتخابی خلیفہ قرار دیا ہے تو عرض ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب اور آپ کے جانشین انتخابی خلفاء نہیں تھے۔ اگر یہ انتخابی خلیفے ہوتے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا؟ یہ تو بالواسطہ نامزد (indirect nominate) خاندانی یا موروثی خلفاء ہیں۔ اسکی تفصیل سوال نمبر ۵ کے جواب میں آچکی ہے۔ جہاں تک خلیفہ رابع صاحب کو ظالم اور غاصب کہنے کا سوال ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ آپ میرے مقدمہ کا دیانتداری کیساتھ از سر نو مطالعہ کریں تو آپ پر حقیقت خود بخود طشت از بام ہوجائے گی۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد الٰہی انکشافات کی روشنی میں مجھے قطعی طور پر پتہ چل گیا تھا کہ خلیفہ ثانی صاحب نے پیشگوئی مصلح موعود پر جھوٹے طور پر ناجائز قبضہ کر کے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

آپ کے بعد آپکے جانشینوں نے آپکے اس جھوٹے دعویٰ کو پختہ کرنے کیلئے مزید کئی جرائم کیے جن کی تفصیل میرے بعض مضامین میں موجود ہے۔ کیا اس طرح خلیفہ ثانی اور اسکے جانشین بجا طور پر ظالم اور غاصب نہیں ٹھہرتے؟ لیکن اسکے باوجود آپ میری کتاب پڑھ کر دیکھ لیں کہ میں نے یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کتنی تہذیب اور عاجزی کیساتھ خلیفہ رابع صاحب کو اے میرے سید! اے میرے سید! کہہ کر پکارا ہے۔ مقدمہ میں درج میرے تینوں خطوط کا جو جواب خلیفہ رابع صاحب نے جس رعونت اور تکبر کیساتھ دیا وہ بھی پڑھ لیں۔ میرے مدلل سوالات کا جواب دیئے بغیر میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کو شیطانی وساوس قرار دیا اور اوپر سے جماعت سے اخراج کی دھمکیاں دیں وغیرہ۔ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت کیا خلیفہ رابع صاحب کی لونڈی تھی جو وہ اس سے اخراج کی مجھے دھمکیاں دے رہا تھا؟ کیا کوئی خلیفہ راشد جو قوم کا سردار ہوتے ہوئے قوم کا خادم بھی ہوتا ہے اپنے کسی پیروکار کے مدلل سوالات کے جوابات اس رنگ میں بھی دے گا جس طرح خلیفہ رابع صاحب نے مجھے دیئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں ایسا جواب کسی مغل شہنشاہ کا ہوسکتا ہے جو نام نہاد خلافت کے نام پر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے مریدوں کی گردن پر بیٹھا ہوا ہو۔ میں ایک واقعہ حلفاً لکھتا ہوں وہ یہ کہ میرے ایک ملنے والے مہربان نے میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مجھے طنزیہ رنگ میں فرمایا کہ غفار آپ نے اپنی کتاب میں غالباً ایک صد انیس (۱۱۹) دفعہ خلیفہ رابع صاحب کو اے میرے سید! اے میرے سید! کہہ کر پکارا ہے۔ دراصل وہ مجھ سے سوالیہ رنگ میں پوچھ رہے تھے کہ آپ کا اتنا عجز اور اتنا انکسار!؟ لیکن میں نے انہیں جواب دیا کہ ملک صاحب! مجھے اللہ تعالیٰ نے عاجزی اور انکساری میں مالا مال کیا ہوا ہے اور میرا یہ طرز عمل بھی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی اس تعلیم ''کہ تم سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو'' کے عین مطابق ہے۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے۔ لیکن اب میں ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ لوگ سیادت کے اہل ہی نہیں تھے ؂

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد　　زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ کسی صحابی نے آپؓ سے پوچھا تھا کہ اے عمرؓ! ہم سب کے پاس ایک ایک چادر ہے اور آپکے پاس دو کیوں ہیں؟ آپؓ نہ تو بھڑکے اور نہ ہی آگ بگولا ہوئے۔ نہ سائل کو اسلام سے خارج کرنے کی دھمکی دی اور نہ ہی اسکے اس سوال کو شیطانی وسوسہ قرار دیا وغیرہ۔ بلکہ بڑی متانت کیساتھ جواباً ارشاد فرمایا کہ دوسری چادر میرے بیٹے نے مجھے دی ہے۔ پھر یہ کہ خلیفہ رابع صاحب نے میری کتاب کا مدلل جواب دیئے بغیر جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۱ء کے موقعہ پر بڑے متکبرانہ لہجہ میں فرمایا!

''کہ میرے علم کے مطابق جرمنی میں بھی ایک شخص ہے جو کہ بے چارہ دماغی فتور میں مبتلاء ہے۔ وہ بھی اپنے آپ کو زمانے کا مصلح سمجھتا ہے۔ حالانکہ اسکے چار مرید بھی نہیں۔ دو چار ایجنٹ ہونگے باتیں کرنیوالے۔ جماعت جرمنی گواہ ہے کہ اُسکی کسی کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ وغیرہ''

یاد رہے کہ دوسروں پر ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے والے دراصل خود کسی کے ایجنٹ ہوا کرتے ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء میں اتنی رعونت اور تکبر نہیں ہوا کرتا۔ خلیفہ بننے سے پہلے اگر کسی میں کوئی ایسی بشری کمزوری ہو بھی تب بھی خلیفہ بننے کے بعد یہ کمزوری خود بخود ختم ہوجاتی ہے اور وہ خلیفہ بننے کے بعد متانت اور عاجزی کا پیکر بن جایا کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ بن گئے تھے۔ صادق منصور صاحب! آپ نے بھی اپنے خلیفہ رابع صاحب کا یہ جلال کبھی ضرور دیکھا ہوگا۔ یہ تو مریدوں کو انسان ہی نہیں سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اسے میری سچائی کا گواہ بنایا اور جب میں نے اپنا مؤقف خوب کھول کر اسکے آگے رکھا تو پھر اس پر لازم تھا کہ از روئے اپنے فرض منصبی یا تو میرے دلائل کو بذریعہ دلائل ردّ کر کے دکھاتا یا پھر اس سچائی کی تصدیق کرتا جس کا خدا تعالیٰ نے اُسے لاشعوری طور پر گواہ بنا دیا تھا۔ لیکن اس نے کیا کیا؟ اس پر تو اپنی نام نہاد خاندانی گدی کے دفاع کا بھوت سوار تھا اور اُسے بچانے کیلئے اس نے مرتے دم تک ہر قسم کی مکاری کی۔ ایک چوری اور اوپر سے چترائی اور سینہ زوری! مزید برآں یہ کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا فتویٰ ان لوگوں کو ظالم اور غاصب قرار دیتا ہے۔ اور حضورؑ کے اس فتویٰ کی روشنی میں ظالم کو ظالم اور غاصب کو غاصب قرار دینے میں کیا حرج ہے؟ آپؑ فرماتے ہیں۔

''وانت تعلم ان حقیقۃ الظلم وضع الشئ فی غیر موضعہ عمدا وبالارادۃ لینتقب وجہ المھجۃ ویسدّ طریق الاستفادۃ و یلتبس الامر علی السالکین ۔فالظالم ھوالذی یحلّ محلّ المحرفین ویبدل العبارات کالخائنین و یجترء علی الزیادۃ فی موضع التقلیل والتقلیل فی موضع الزیادۃ کیفاو کما اوینقل الکلمات من معنی الی معنی ظلمًا وزورًا من غیر وجود قرینۃ صارفۃٍ الیہ ثم یاخذیدعوالناس الی

مفتریانہ کالخادعین۔ وما معنے الدجل والدجالۃ الاھذا فلیفکر من کان من المفکرین۔ اور تجھے معلوم ہو کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شئے اپنے موقعہ سے اُٹھا کر عمداً غیر محل پر رکھی جائے۔ تا راہ چھپ جاوے۔ اور اِستفادہ کا طریق بند ہو جاوے۔ اور چلنے والوں پر بات ملتبس ہو جاوے۔ پس ظالم اُس کو کہیں گے جو محرفوں کا کام کرے اور خیانت پیشہ لوگوں کی طرح عبارتوں کو بدلا دے اور جرأت کر کے کم کی جگہ زیادہ کرے اور زیادہ کی جگہ کم کر دیوے۔ کیا کیفیت کی رُو سے اور کیا کمیت کی رُو سے اور محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے کلموں کو ایک معنی سے دوسرے معنوں کی طرف لے جاوے۔ حالانکہ اُسکے فعل کیلئے کوئی قرینہ مددگار نہ ہو۔ اور پھر اِس بناء پر دھوکہ دینے والوں کی طرح لوگوں کو اپنی مفتریات کی طرف بلانا شروع کرے اور دجالیت کے معنی بجز اِسکے کچھ نہیں۔ پس جو شخص فکر کر سکتا ہے اس میں فکر کرے۔'' (نور الحق حصہ اوّل (عربی) اشاعت فروری ۱۸۹۴ء۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۷۹)

(۱) کیا آپ یا جماعت احمد یہ اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے پیشگوئی مصلح موعود پر جھوٹے طور پر قبضہ کیا ہے؟

(۲) کیا آپ یا جماعت احمد یہ اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے ایک جھوٹا دعویٰ کر کے پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت کو افراد جماعت پر مشتبہ کیا ہے؟

(۳) کیا آپ یا جماعت احمد یہ اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہے کہ ان خاندانی خلفاء نے خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کو سچا بنانے کیلئے جماعتی لٹریچر میں جگہ جگہ کمی بیشی اور تحریف کی ہے؟

(۴) کیا آپ یا جماعت احمد یہ اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے اور آپکے جانشینوں نے ایک فرعونی نظام بنا کر آنیوالے کا راستہ بند کیا ہے؟

(۵) کیا آپ یا جماعت احمد یہ اس حقیقت کو جھٹلا سکتی ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے ایک جبری نظام کیساتھ افراد جماعت سے آزادی ضمیر چھین کر اور اُنکے سروں پر اخراج اور مقاطعہ کی تلوار لٹکا کر انہیں اسیر (یرغمال) بنایا ہوا ہے؟

اگر آپ یا کوئی اور فرد جماعت میرے ان سوالات کو غلط ثابت کر دے تو میں معذرت کر کے اپنے یہ الفاظ واپس لے لوں گا اور ساتھ ہی ایک کثیر رقم بطور جرمانہ بھی ادا کروں گا۔ بصورت دیگر جب ان خاندانی خلفاء نے یہ سب جرائم کیے ہیں تو پھر کیا یہ خود بخود حضورؑ کے درج بالا فتویٰ کے نیچے نہیں آ چکے ہیں۔۔۔ ے کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

قرآن مجید اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں حضورؑ کی نرینہ اولاد (مرزا بشیر الدین محمود احمد، مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد) پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی سے باہر ہیں۔ اب پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہونے کا یہ فضل اور رحمت اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار پر کیا ہے اور خاندانی خلیفہ رابع صاحب کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اگر یہ فضل اور رحمت مرزا محمود احمد، مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد میں سے کسی کی اولاد پر یا اولاد کی اولاد پر ہو جاتی تو خلیفہ رابع صاحب کو ادنیٰ سا بھی اعتراض نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی۔ (جیسا کہ وہ مرزا منصور احمد مرحوم سے بڑی خوشی خوشی سے کہا کرتے تھے کہ آپ بھی حضورؑ کی پیشگوئیوں میں شامل ہیں۔ پنجابی کہاوت ہے ''اَنّاں ونڈے ریوڑیاں مڑ مڑ اَپنیاں نوں'')۔ وہ اپنی زندگی میں ہی با نگ دہل یہ اعلان فرماتے کہ اے افراد جماعت! دراصل پیشگوئی مصلح موعود کو سمجھنے میں ہمارے والد خلیفہ ثانی صاحب کو اجتہادی غلطی لگ گئی تھی۔ اب ہمارے خاندان کے فلاں بچے پر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل و رحمت فرمایا ہے اور وہی مصلح موعود ہے۔ اب آئندہ خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو ایک اجتہادی غلطی سمجھا جائے گا وغیرہ۔ مگر اس عاجز کے دعویٰ کے سلسلہ میں وہ ایسا تو کیا کرتے بلکہ اسکے برعکس انہوں نے ۶ ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کے خطبہ جمعہ میں خود کو پیش کرتے ہوئے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی فرما دیا اور لوگوں سے درخواست دعا بھی کر دی کہ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پیشگوئی کا مصداق بنا دے جیسا کہ آپ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

''میری عاجزانہ درخواست یہ ہے کہ میرے لیے دعا کریں خدا مجھے ہی وہ مبارک وجود بنا دے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سے ہے اور فرمایا یہ وعدہ ہے کہ تیری نسل سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا۔ اس دعا نے مجھے بہت دردناک کر دیا ہے اور میں اسی درد کیساتھ آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے لیے دعائیں کریں۔'' (الفضل انٹرنیشنل ۶ ر اکتوبر ۲۰۰۰ء تا ۱۲ ر اکتوبر ۲۰۰۰ء)

اور یوں اس درخواست دعا کیساتھ ہی ایک طرح سے آپ نے از خود پیشگوئی مصلح موعود کیساتھ سوالیہ نشان لگا دیا۔ ان لوگوں کا یہ طریقہ واردات رہا ہے کہ پہلے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں اور پھر انکے ارد گرد درباری اور خوشامندی اور مراعات یافتہ چالیس چوروں کا ٹولہ انکی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے سرگرم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی مصلح موعود، کوئی قمر الانبیاء اور کوئی نافلہ موعود بن گیا۔ اب خلیفہ ثانی صاحب کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود میں جو نقص ہے کہ وہ تو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت ہی میں نہیں آتا وہ مصلح موعود کیسے ہو گیا؟ خلیفہ رابع صاحب کو میرے دعویٰ ''غلام مسیح الزماں'' کے بعد اس حقیقت کا ادراک ہو چکا تھا۔ لہٰذا اسکے بعد لگے وہ ہاتھ پاؤں مارنے کہ کوئی بات نہیں میں جو ہوں وہ پیشگوئی میرے پر لگا دیں۔ گھر ہی کی تو بات ہے۔ اب کسی پیشگوئی کو کس پر لگانا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ لیکن کہتے ہیں۔۔۔۔ ''بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک''

یہ بات قطعی سچ اور خلیفہ ثانی صاحب کے پروگرام سے ثابت ہوتی ہے کہ حضورؑ کے بعد آپکے بڑے بیٹے اور خلیفہ ثانی نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق یا تو

میں ہوں اور یا پھر ہمارے خاندان میں سے کوئی اور ہوسکتا ہے۔لیکن خاندان سے باہر ہمیں کوئی مصلح موعود منظور نہیں بلکہ خلیفہ بھی۔اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضورؑ کے خاندان سے باہر آپ کے کسی خادم کو مصلح موعود بنانا چاہے تو پھر یہ لوگ کیا کریں گے ؎ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب ان لوگوں کی لڑائی عبدالغفار جنبہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے شروع ہوگئی ہے۔اور اِن شاء اللہ تعالیٰ اس لڑائی میں ہمیشہ کی طرح یہ دنیادار لوگ ہی ناکام و نامراد ہونگے۔

سوال نمبر ۸۔بعض لوگ اللہ والے تو ہوتے ہیں اُنہیں خوابیں بھی آتی ہیں خدا کا یہ فضل انکے ظرف سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لیے اُنکے ظرف سے چھلک جاتا ہے کیا بعینہٖ یہ معاملہ آپکے اوپر صادق نہیں آتا۔

الجواب۔آپ کا یہ اعتراض بھی فضل بخشنے والے پر جا پڑتا ہے کہ اس نے آپکے بقول مجھ ایسے کم ظرف کو اسکے ظرف سے بڑھ کر نوازدیا ہے۔بہرحال یہ تو بھگوان کی کرپا ہے وگرنہ من آنم کہ من دانم۔آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے متعلق بڑا ’’ہولا ہتھ رکھیا اے‘‘ ورنہ مجھ سے پہلے تو لوگوں نے خدا کا یہ فضل جذب کرنے والوں پر پتہ نہیں کیا کیا الزام لگائے تھے؟ کسی کو پاگل تو کسی کو مجنون اور کسی کو کذاب اور کسی کو دجال کے خطاب ملے ہیں۔نفسیاتی طور پر ان اعتراضوں کی بنیاد حسد ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قبیح مرض سے بچائے۔مشہور کہاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے اور الحمد للہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔اگر میں اور میری نسل قیامت تک اللہ تعالیٰ کے اس فضل و احسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔بس ندامت کے آنسو ہمیشہ میرے دامن گیر رہتے ہیں۔میں اپنے جذبات کی ترجمانی کیلئے اپنے آقا کے الفاظ کا سہارا لیتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس ۔ وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول ۔ میں تو نالائق بھی ہوکر پا گیا درگہ میں بار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند ۔ ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

سوال نمبر ۹۔اجتہادی غلطی آپ نے تسلیم کیا ہے کہ جرم نہیں ہوتی تو خلیفہ ثانی کا موعود مصلح اور موعود بیٹا ہونا آپ نے اپنے اس نظریہ کے باوجود کیونکر غلط قرار دیا۔

الجواب۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔’’وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ ۔‘‘(سورۃ الحج۔۵۳،۵۴) ترجمہ۔اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی ،شیطان نے اُسکی خواہش کے رستہ میں مشکلات ڈال دیں۔پھر اللہ اُس کو جو شیطان ڈالتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اُس کے اپنے نشان ہوتے ہیں ان کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا ،حکمت والا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے وہ ان لوگوں کیلئے ٹھوکر کا موجب ہوجاتی ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہوتی ہے اور جن کے دل سخت ہوتے ہیں اور ظالم لوگ شدید مخالفت کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ سورۃ الحج کی ان آیات کے مطابق انبیاؑ کی اجتہادی غلطی تو بلا شک و شبہ کوئی جرم نہیں ہوتی۔لیکن خلیفہ ثانی صاحب نے جو غلطی کی ہے وہ اجتہادی غلطی نہیں بلکہ استادی غلطی ہے۔ اور استادی غلطی ایک بڑا بھاری جرم ہوتا ہے۔مثلاً

اجتہادی غلطی۔حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے اور ایک زکی غلام کی بشارات سے نوازا تھا۔آپؑ نے زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ دیا۔اب الہامی الفاظ ’’زکی غلام‘‘ کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھنا آپؑ کا ذاتی اجتہاد یا آپکی خواہش کا اظہار تھا کہ یہ ’’زکی غلام‘‘ میرا جسمانی بیٹا ہوگا۔اب حضورؑ کے گھر میں لڑکے بھی پیدا ہوتے رہے اور زکی غلام کی بشارات کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔حتیٰ کہ ۱۴رجون ۱۸۹۹ء کے دن مبارک احمد کی پیدائش کے بعد آپؑ کے ہاں نرینہ اولاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔لیکن زکی غلام کی بشارات آپؑ کی وفات کے قریب یعنی ۶،۷ رنومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہیں۔حضورؑ نے اپنی زندگی میں جس لڑکے کے متعلق بھی قطعیت کیساتھ اُسکے مصلح موعود ہونے کا عندیہ ظاہر فرمایا تو وہی لڑکا فوت ہوگیا مثلاً بشیر احمد (اوّل) اور مبارک احمد۔اور جن لڑکوں کے متعلق آپؑ خاموش رہے وہ زندہ رہے۔اب آپؑ کی وفات تک زکی غلام کی بشارات نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضورؑ کی اس اجتہادی غلطی کو دور فرمایا بلکہ اپنا یہ ارادہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اے میرے عبد! مصلح موعود (زکی غلام) تیرے جسمانی بیٹوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ۶،۷ رنومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونیوالا ہے۔اب حضورؑ نے شان انبیاؑ کے مطابق زکی غلام سے متعلق ساری الہامی بشارات اپنی زندگی میں شائع فرمادیں اور کوئی بھی الہامی بشارت مخفی نہ رکھی۔زکی غلام سے متعلق ان الہامی بشارات کی تشہیر کے بعد اب کوئی احمدی بھی حضورؑ کے اس اجتہادی قیاس کو بنیاد بنا کر ضد نہیں کر سکتا کہ مصلح موعود حضورؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی نرینہ اولاد کے انقطاع کے بعد زکی غلام سے متعلق الہامی بشارات نازل فرما کر آپکی اس خواہش کو نہ صرف قبول نہیں فرمایا بلکہ اس اجتہادی غلطی کو بھی رفع فرمادیا ہے۔ایسی اجتہادی غلطیاں بشریت کی بنا پر دیگر انبیاؑ سے بھی سرزد ہوئی

ہیں اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

استادی غلطی۔خلیفہ ثانی صاحب کے ہوش سنبھالتے ہی پیشگوئی مصلح موعودآپکے اعصاب پرسوار ہوگئی تھی۔ ۱۹۱۴ء میں جب آپ خلافت کی مسند پر بیٹھے تو بعض مراعات یافتہ احباب نے نا سمجھی کی بنا پر آپکو مصلح موعود قرار دینا شروع کر دیا۔ پھر ۱۹۴۴ء تک آپ یہ فرماتے رہے کہ مصلح موعود میں ہی ہوں لیکن مجھے دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ایک مبہم خواب (شاید مذہبی تاریخ میں سب سے طویل اور بے سروپا) کی بنا پر نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنے دعویٰ کو پختہ کیا۔ مزید یہ کہ نہ صرف مریدوں سے جبراً اپنے دعویٰ کو منوایا بلکہ ایک جبری نظام کیساتھ آنیوالے موعودز کی غلام کی آمد کا اپنے زُعم میں راستہ بھی بند کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر خلیفہ ثانی صاحب اس طرح دعویٰ کرتے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی پیشگوئی مصلح موعود کی غرض وغایت میرے زمانہ خلافت کے دوران میں کافی حد تک پوری ہو چکی ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ شاید وہ مصلح موعود میں ہی ہوں۔ لیکن اگر میرا یہ خیال یا اجتہاد علم الٰہی میں غلط نکلا اور بعد از اں وہ مصلح موعود جماعت احمدیہ میں بحکم الٰہی اپنے ثبوت کیساتھ کھڑا ہو گیا تو پھر میں افراد جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے دعویٰ مصلح موعود کو ایک اجتہادی غلطی سمجھ کر چھوڑ دینا اور حقیقی مصلح موعود کی پیروی کرنا۔ اگر خلیفہ ثانی صاحب اس طرح تقویٰ کی بنیاد پر دعویٰ مصلح موعود کرتے تو ایسے دعویٰ کو ایک اجتہادی غلطی سمجھ کر چھوڑ دینے کیلئے گنجائش تھی اور اسے کوئی جرم بھی نہ سمجھا جاتا۔ لیکن خلیفہ ثانی صاحب نے تو 'ہرچہ باداباد' کے مطابق دعویٰ کیا ہے۔ ایک تو جھوٹی قسمیں کھا کر دعویٰ کیا اور اوپر سے اپنے اس جھوٹے دعویٰ کو مریدوں سے منوانے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا۔ اپنے جھوٹے دعویٰ کے دفاع اور اسے مستقل بنانے کیلئے قرآنی تعلیم سے متصادم ایک جبری نظام جاری کر کے آنیوالے سچے مصلح موعود کا نہ صرف راستہ بند کیا بلکہ اس بیچارے کیلئے عذاب الیم بھی تیار کیا۔ خلیفہ ثانی صاحب کی اس مکاری کو کیا آپ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو اتنا بڑا فریب اور دجل ہے کہ اسکی مثال تو مذہبی تاریخ میں ہزاروں سال میں نہیں ملتی۔ خلیفہ ثانی کی اس غلطی کو اگر استادی غلطی نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ اس استادی غلطی نے حضورؑ کی جماعت کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا نقصان تو حضورؑ کے اشد ترین مخالف بھی نہیں پہنچا سکے ۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے   اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہنوز یوم مصلح موعود کے نام پر ہر سال جلسہ منعقد کر کے مسلسل اس استادی غلطی کو مزید دوام اور استحکام بخشا جا رہا ہے۔ احمدیت کا نام تو بطور ٹریڈ مارک لیا جاتا ہے۔ افراد جماعت عملاً محمودیت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (ضمناً یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ دنیائے مذہب کا شاید واحد کیس ہے جس میں ہر نبی اور مصلح کے برخلاف ایک ''مصلح'' کو اپنے ہوش سنبھالتے ہی اپنے مصلح موعود ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ خود کو زبردستی لوگوں سے منوانا چاہتا ہے۔ اسکے جانشین بھی۔ اور اس کا دیا ہوا نظام بھی خواہ قرآن مجید، حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات، ضرورت زمانہ اور حالات زمانہ اسکے خلاف ہی گواہی کیوں نہ دیں؟ اناللہ وانا الیہ راجعون) میری اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ افراد جماعت کی آنکھیں کھولے تا وہ بیچارے اس محمودی دجل سے رہائی پائیں آمین ۔

سوال نمبر ۱۰۔ جو نظام خلیفہ ثانیؓ نے جماعت کو دیا اس میں فی ذاتہٖ کوئی بڑا سقم نہیں ہے اس کا بلیو پرنٹ بڑا زبردست ہے۔ خرابی اس نظام کو چلانے پر ماموار افراد میں ہے نہ کہ نظام میں یا نظام کی نگرانی کرنیوالوں میں ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں صرف تقریروں سے اصلاح کرنا چاہتے ہیں یہ نگرانی کرنے والوں کی کمزوری ہے جس نے لوگوں میں بے چینی پیدا کر کے انہیں نظام سے متنفر کر دیا ہے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ جیسے حالات پیدا کر دیئے ہیں اور عمال حکومت کی ناانصافیوں کو بروقت نا روک کر نیز انصاف کرنے میں تاخیر کر کے انصاف کو قتل کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں اور نہ جانے اس انتظار میں ہیں کہ بے چینی اتنی بڑھ جائے کہ کوئی حضرت عائشہ کی طرح جنگ جمل پر مجبور ہو جائے۔

الجواب۔ آپ سے میری گذارش ہے کہ آپ کا خط جس میں آپ نے اپنی ہر قسم کی پہچان کو کلیۃً صیغہ راز میں رکھا ہے بتا رہا ہے کہ اس محمودی نظام کی حقیقت آپ پر بھی اَلم نشرح ہے۔ کیا آنحضور ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے زمانے میں بھی لوگ اپنے آپ کو اسی طرح صیغہ راز میں رکھ کر سوالات پوچھا کرتے تھے؟

(ثانیاً) جو نظام خدا اور اُسکے بندوں کے درمیان حائل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے یا تو لوگوں پر بند کر دے یا کم از کم اپنے قبضہ اور اختیار میں لے لے تو ایسے نظام کو آپ ہر قسم کے سقم سے مبرا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ ایسا نظام رحمانی تو ہو نہیں سکتا تو پھر اُسکی اصلیت کے متعلق اگر میں عرض کرونگا تو شکایت ہوگی۔

(ثالثاً) کسی نظام کا قرآنی تعلیم سے متصادم ہونا ہی اس کا سب سے بڑا سقم ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ۔۲۵۷) کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ۔۲۲) (اے محمد ﷺ) تو نصیحت کر تو صرف یاد دلانیوالا ہے۔ اور لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ۔۲۳) تو اِن پر داروغہ نہیں ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''۔ اب جس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان (فلک ولولاک) کی تخلیق کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیارے رسول ﷺ کو بھی یہ اجازت نہیں دی کہ تو داروغہ ہے یا کوئی تیرا ایسا کردار ہے۔ اب کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق آنحضور ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا وہ

حق نظام جماعت کے اندر ہرعہدے دار کوحاصل ہے۔اوروہ اپنی بات منوانے پر بضد ہے۔کیونکہ یہ اسکی کرسی،اَنااورنظام کا تقاضہ ہے۔اگراس نظام کا کردار محض یاددہانی، پیغام رسانی اورامر بالمعروف و نہی عن المنکر تک محدود ہوتا تو بہت خوب ہوتا۔کہ یہی اسلام کی روح اورقرآن شریف کی تلقین ہے۔اب آپ ہی بتائیں کہ یہ نظام قرآن کے ان (درج بالا) بنیادی اوراصولی احکامات کے عین مطابق ہے یا کہ اس سے متصادم ہے ؎ دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت فیصلہ تیرا تیرے ہاتھ میں ہے دل یا شکم؟

لیکن میں بہت افسوس سے کہتا ہوں کہ محمودی نظام کی بنیاد ہی جبر، اخراج اورمقاطع پر رکھی گئی ہے۔ایسا نظام جوصرف مخصوص لوگوں کے مفادات کا ہی تحفظ کرے ایسے نظام کوہم فلاحی نظام کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جواحمدیت حضرت مہدی ومسیح موعودؑ لائے تھے وہ تواسلام کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ تجدیدی اورترقی یافتہ شکل ہے اورانشاءاللہ تعالیٰ ایک دن ساری دنیا اسکے جھنڈے تلے آئے گی۔لیکن مقام افسوس ہے کہ یہ محمودی نظام توہمیں ایک ہزارسال پیچھے اُموی اورعباسی دوروں سے بھی بدترصورت حال سے دوچار کر چکا ہے۔ اس جبری نظام سے تواب پیدائشی احمدی بھی بھاگ رہے ہیں چہ جائیکہ مادر پدر آزاد دنیا اس جیل خانہ میں داخل ہوگی؟ باقی رہا اس نظام کے چلانے والوں کی خرابی کا ذکر تواس نظام کو چلانے والے خوب جانتے ہیں کہ اس نظام کا سربراہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' کے مکروفریب کے ذریعہ بالواسطہ نامزد ہوتا ہے۔تو پھراس صورت حال میں مکروفریب سے منتخب ہونے والا ایسا سربراہ اپنے ماتحتوں کی کیا خاک نگرانی اوراصلاح کرے گا؟ ایسے ماتحتوں کوبھی اصلاح کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ کیا بڑا چوراپنے ماتحت چھوٹے چوروں کی اصلاح کرسکتا ہے؟ کیا بڑا خائن اپنے ماتحت چھوٹے خائنوں کی اصلاح کرسکتا ہے؟ اس محمودی نظام/حمام میں ایک چھوٹے سیکرٹری سے لے کر خلیفہ تک قریب قریب سب ننگے ہیں اور یہ ایک دوسرے کی پردہ پوشیاں کرتے ہیں۔کیا یہ لوگ کلمہ حق کہہ سکتے ہیں۔سچی گواہی دے سکتے ہیں۔تعمیری اورمثبت اختلاف کرسکتے ہیں؟ ایسے میں ان خائنوں اورغاصبوں نے دوسروں کی کیا خاک اصلاح کرنی ہے؟ یہاں توخودمسیحالادوا ہے۔ان خرابیوں کی اصلاح تو آنیوالا مصلح موعود ہی کرسکتا ہے اورانشاءاللہ تعالیٰ کرے گا کیونکہ اُسے خدا تعالیٰ کھڑا کرے گا نہ کہ کوئی مراعات یافتہ علی بابا کا ٹولہ۔

سوال نمبر ۱۱۔جنبہ صاحب میرا تو یقین ہے کہ یہ خلافت جسے آپ ناحق انتخابی خلافت کہتے ہیں یہ سب وجود انتہا درجہ کے نیک اور پاکباز لوگ ہیں کیا آپ انکی باتیں سنتے اورانہیں دیکھتے نہیں آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ چندکوتاہیوں کی وجہ سے آپ ہر بات کوہی غلط کہیں۔جس کھیت سے دہقاں کومیسر نہ ہوروزی اس کھیت کے ہرخوشہءگندم کوجلادو۔یہ تو انتہا پسندی ہوئی طالبان ازم ہوا تقویٰ تو نہ ہوا۔

الجواب۔سوال نمبر ۵ کے جواب میں آپکی اس خلافت حقہ کا کافی تفصیلی بیان ہو چکا ہے۔باقی یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے جھوٹے طور پر دعویٰ مصلح موعود کر کے کس طرح اپنی خاندانی سلطنت کی راہ ہموار کی ہے؟ خاکسار ان خاندانی خلفاء کوقطعاً انتخابی خلفاء بھی نہیں سمجھتا۔یہ تومجلس اِنتخاب (electoral college) کے بھیس میں بالواسطہ نامزدخلفاء ہیں۔جب ایک خاندانی خلیفہ (علی بابا) فوت ہوتا ہے تو ایک عام احمدی پر توافسوس طاری ہوا ہوتا ہے لیکن دوسری طرف مراعات یافتہ چالیس چوروں کا ٹولہ نام نہاد مجلس اَنتخاب (electoral college) کے پردے میں اپنے مرحوم علی بابا کی خواہش کے مطابق اگلے خاندانی خلیفے (علی بابا) کیلئے ''جھرلو'' پھیر رہا ہوتا ہے اور اس طرح مسجد میں دروازے بند کر کے چند گھنٹوں میں خدا تعالیٰ نوا ان کو رخلیفہ بنادیتا ہے۔ان خاندانی خلفاء کے قول وفعل میں اس قدرتضاد ہے کہ انسان دیکھ کر پانی پانی ہو جاتا ہے۔کہتے کچھ ہیں اورکرتے کچھ ہیں۔مثلاً خلیفہ رابع صاحب ۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔''تو پہلا حصہ مضمون کا ایسے خیالات سے تعلق رکھتا ہے جوطبعاً ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ لے کر پیدا ہوا ہے۔اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائے ہیں اس میں تبدیلی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔کسی قسم کے وہ خیالات ہوں، سچ ہوں، جھوٹ ہوں، نورانی ہوں یا ظلماتی ہوں اس سے بحث ہی کوئی نہیں۔اعلان آپ کا یہ تھا اور یہ قرآن کریم نے بار بار بڑی تحدی سے اعلان فرمایا کہ ہرانسان آزاد ہے اپنی سوچوں میں۔اس کی سوچوں پر کوئی پہرے نہیں لگائے جاسکتے۔دوسرا اعلان یہ کہ اپنی سوچوں کے بیان کرنے میں آزاد ہے۔تیسرا اعلان یہ کہ اس بیان کوسن کر اگر کوئی اپنی سوچیں تبدیل کرے تواس پر دخل دینے کا بھی کسی کوحق نہیں۔چوتھا یہ کہ اس بات کوجرم نہیں سمجھا جائے گا کہ کوئی اپنے خیالات بیان کر کے کسی دوسرے کے خیالات تبدیل کر رہا ہے اوراسکے نتیجے میں اسے کوئی سزانہیں دی جائے گی۔یہ عظیم الشان آزادی ضمیر کا جہاد ہے جوآج بھی تمام انسان کومتوجہ کر رہا ہے اپنی طرف۔آج جتنی جدوجہد ہے انسانی زندگی میں اس میں جتنی خرابیاں نظر آرہی ہیں، ان خرابیوں کا آپ تجزیہ کریں تو ہر جگہ آپ کوان بنیادی ہدایات سے روگشی نظر آئے گی۔تب وہ خرابی پیدا ہوگی۔کوئی شخص ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کوئی حکومت ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اسکے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے، دکھ پیدا ہوتا ہے، ظلم پیدا ہوتا ہے۔نظریاتی جدوجہد خون خرابے کی جدوجہد میں تبدیل ہوجاتی ہے۔۔۔'' اب آپ کے یہ نیک اور پاکباز خلیفے آزادی ضمیر اورآزادی اظہار کے یہ حقوق کیا کسی دوسرے احمدی کوبھی دینے کیلئے تیار ہیں؟ قطعاً نہیں۔اگر آپکے خیال میں معاملہ اسکے برخلاف ہوتو میری لاعلمی ضروردور کرنا۔مریدوں کے متعلق توان کا یہ اصول ہے ؎

مست رکھوذکروفکرصبح گاہی میں اِنہیں پختہ تر کردومزاج خانقاہی میں اِنہیں

اور خود خوب مزے اڑاؤ۔ کیا اس سے ان خاندانی خلفاء کی دورنگی ثابت نہیں ہوتی؟ اگر یہ خلفاء انتخابی ہوتے اور ان میں بیشک چند بے ضرر سی کوتاہیاں بھی ہوتیں تب بھی کوئی جائے اعتراض نہ تھی لیکن ان خلفاء نے تو جماعت میں الٹی گنگا بہادی ہے۔ اگر کسی احمدی کو حضرت مرزا صاحبؑ کے کسی دعویٰ میں شک پڑ جائے تو وہ خود ہی جماعت کو چھوڑ جاتا ہے۔ اسے نکالنے کی کسی کو ضرورت ہی نہیں۔ جیسا کہ ہمارے سامنے بہت سارے منحرفوں کی امثال موجود ہیں۔ برخلاف اسکے اگر کوئی احمدی نہ صرف حضرت مرزا صاحبؑ کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہو بلکہ اپنے متبوع آقا کی برکت پانے کا بھی دعویدار ہو اور یہ دعویٰ محض زبانی نہ ہو بلکہ وہ اس کا قطعی اور الہامی ثبوت بھی رکھتا ہو۔ تو پھر ایسے احمدی کا جماعت احمدیہ سے اخراج اور مقاطعہ چہ معنی دارد؟ کیا یہ کہیں اسی قسم کا شر اور فساد تو نہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفوں نے آپؑ کے خلاف اخراج از اسلام کی شکل میں برپا کیا تھا؟ دعویٰ حضرت مرزا صاحبؑ کی جانشینی کا اور کام آپؑ کے مخالفوں جیسے۔ سبحان اللہ کیا خوب؟ اسکے باوجود اگر آپ ان خاندانی خلفاء یا علی باباؤں کو انتہا درجے کے نیک اور پاکباز سمجھتے ہیں تو پھر۔۔۔ ؎ دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

سوال نمبر ۱۲۔ جنبہ صاحب اگر آپ مصلح ہیں تو وہ اصلاح کریں جس کی واقعتاً ضرورت ہے۔ یعنی جماعت کے ذمہ داروں کی اصلاح کریں کہ وہ اپنی قومی ذمہ داریاں ادا کریں۔

الجواب۔ جیسا کہ خاکسار اوپر ذکر کر آیا ہے کہ جبتک اس غیر اسلامی اور جبری نظام کی اصلاح کلیۃً نہیں ہوتی۔ جب تک یہ نظام قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کی روح کے مطابق تشکیل نہیں پاتا تب تک نہ ان خلفاء کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان جماعتی عہدیداروں کی۔ اب ضرور ہے کہ کوئی موعود مصلح آئے اور جماعت کے قبلہ کی درستگی کیساتھ ساتھ اسکی مکمل اوور ہالنگ (Overhauling) بھی کرے تا ''کشتی نوح'' بغیر کسی خوف وخطر ''غلبہ اسلام'' کی اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہے۔

سوال نمبر ۱۳۔ انکی یہ اصلاح کریں کہ یہ حکم خدا کا ہے نہ کسی ایرے غیرے کا کہ ہر اہم کام میں مشورہ کیا کرو اب اگر کوئی خود کو یہ دھوکہ دے کہ سال میں ایک دفعہ مجلس شوریٰ ہوتی تو ہے۔ بس ہم نے یہ حکم پورا کر دیا۔ ایک اکیلا آدمی آخر جتنی بھی ہمت کرلے ساری دنیا سے تعلق رکھنے والی ذمہ داریاں تنہا ادا نہیں کر سکتا۔ پتہ نہیں کس بات کا خوف ہے کہ سارا سال کاموں میں مدد کرنے والی اور شکایات کی چھان بین کرنے والی اور تھینک ٹینک کے طور پر مشورے دینے والی مرکزی شوریٰ کیوں نہیں بنائی جاتی شاید اسکے ایک ممکنہ نقصان کے ڈر سے اسکے باقی فوائد بھی ہاتھ سے جانے دیئے گئے ہوں۔ ساری دنیا میں جماعت کی ترقی کیلئے تجاویز دینے کی کھلی دعوت دی جانی چاہیے نہ کہ افراد جماعت اور خلیفہ کے درمیان اجنبیت کی دیوار کھڑی کر دی جائے بلکہ دونوں کو ایک وجود بنانے کیلئے ہر ممکنہ اقدام کیا جانا چاہیے۔

الجواب۔ آپکی یہ باتیں بالکل درست ہیں۔ آپکے سوال نمبر ۴ کے جواب میں خاکسار نے اپنے جس اصلاحی ایجنڈے کا ذکر کیا ہے وہ بھی آپکی نظروں سے گزر چکا ہوگا۔ اس وقت تو میں آپ سب کو اس تقدس اور اعتقادی نشہ سے بیدار کر رہا ہوں جسے چڑھا کر خاندانی خلفاء آپکو (محاورے کی زبان میں) اُلو بناتے چلے آرہے ہیں۔ میں آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں تا کہ آپ کو اپنے بنیادی حقوق کا شعور حاصل ہو۔ یاد رکھیں ؎ چپ رہنے سے چھن جاتا ہے احساس سخن ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

سوال نمبر ۱۴۔ جنبہ صاحب آپ نے مصلح بننا ہے تو ایسا مصلح بنیں ورنہ خالی دعویٰ ہمارے کس کام کا۔ آپکا دعویٰ ہمارے کام تو تب آئے گا جب وہ اس اصول پر پورا اترے گا کہ ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے درد کی دوا کرے کوئی۔

الجواب۔ دو ہزار سال پہلے جب موسوی ابن مریم یہودیوں کے درد کی دوا بن کر آیا تھا تو اس بیچارے کی تعلیم اور اسکے اصلاحی ایجنڈے میں کوئی کجی نہیں تھی۔ لیکن یہود کی اکثریت ڈر کے مارے جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اس طرح اس یہودی نظام کو اس مظلوم کو صلیب پر لٹکوانے کا موقعہ مل گیا۔ آج محمدی ابن مریم کی حالت بھی موسوی ابن مریم سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمدیوں کی تعداد ۲۰ کروڑ ہے لیکن آپ صرف ایک کروڑ ہی تصور کرلیں۔ ایک کروڑ کی جماعت میں ایک انسان نے اللہ تعالیٰ سے موعود مصلح ہونے کی خبر اور اس کا قطعی اور الہامی ثبوت پا کر سب سے پہلے اور باضابطہ طور پر خلیفہ رابع صاحب اور پھر افراد جماعت کے آگے اپنا دعویٰ رکھا ہے۔ خلیفہ رابع کے خطبہ جمعہ مورخہ ۵ ردسمبر ۱۹۸۶ء کا حوالہ میں پہلے دے چکا ہوں کہ نظریاتی اختلاف کی بنا پر کسی کو کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ اب ایک شخص جو نسل در نسل حسب توفیق اپنی جان، مال اور عزت کی قربانیاں دیتا چلا آرہا تھا۔ اسے جماعت کے آگے ایک اختلافی نظریہ پیش کرنے کی وجہ سے نہ صرف اس پر بلکہ اسکے اہل وعیال پر بھی اخراج اور مقاطع کی چھری چلا دی گئی۔ میرا آپ سے اور ایک کروڑ کی جماعت کے آگے یہ سوال ہے کہ آپ اتقیا کی جماعت میں کیا دس متقیوں کو بھی یہ توفیق نہ مل سکی کہ وہ یہ احتجاج کرتے کہ ایک شخص نے کوئی اخلاقی جرم نہیں کیا بلکہ صرف ایک نظریہ جماعت کے آگے رکھا ہے تو پھر جبکہ بانئے اسلام آنحضور ﷺ فرما چکے ہیں کہ ''میری امت میں اختلاف باعث رحمت ہوگا'' اس نظریاتی اختلاف کی بنا پر اس کا اور اسکے اہل وعیال کا اخراج اور مقاطع کیوں ہوا؟ آپ سب احباب جماعت کے اس رویہ اور بے حسی کی بدولت عملاً میری آواز قبرستان میں اذان بن کر رہ گئی ہے۔ لیکن اسکے باوجود۔۔۔ ؎ غم یہ نہیں کہ ہم کو زمانہ برا ملا رونا تو یہ کہ ایسے زمانے کو ہم ملے

ہر مصلح نے اپنے وقت میں دو قسم کی اصلاحات کی ہیں۔ (۱) ایمانی اور علمی (۲) عملی اصلاح۔ ایمانی اصلاح کے سلسلہ میں تو بہت سارے غلط جماعتی نظریات کی نشاندہی کر چکا

ہوں۔اسی طرح علمی دنیا میں بعض علمی نظریات کی غلط توجیہات کی اصلاح کی توفیق بھی ملی اور اسکی تفصیل میری کتاب اور میرے مضامین میں موجود ہے۔باقی رہی عملی اصلاح تو اس ضمن میں خاکسار اپنے اصلاحی ایجنڈے کا اوپر ذکر کر چکا ہے۔یہ ایک اکیلے آدمی کا کام نہیں (جیسا کہ آپ بھی مانتے ہیں) بلکہ ایسے کام اجتماعی طور پر ہوا کرتے ہیں۔اگر آپ سب یہ خیال کریں کہ ہمیں قربانی بھی نہ دینی پڑے اور ہمیں ہمارے بنیادی حقوق بھی مل جائیں تو ایسا نہ پہلے ممکن ہوا اور نہ ہی اب ممکن ہوگا۔غلط قومی یا جماعتی ڈھانچے کی اصلاح کیلئے اجتماعی جدو جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔۔۔(الرعد۔۱۲) اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جبتک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

سوال نمبر ۱۵۔جنبہ صاحب آپ نے اصلاح کرنی ہے تو یہ اصلاح کریں کہ کوئی امیر ہو یا ذیلی تنظیم کا صدر تین دفعہ سے زیادہ منتخب نہ ہوسکے اور ہر بار اسکی منظوری سے پہلے اچھی طرح دیکھا جائے کہ اس نے اپنی ذمہ داریاں ادا کی بھی ہیں یا نہیں اور اسکی نگرانی میں ہر شعبہ نے ترقی کی ہے یا جمود رہا ہے۔

الجواب۔اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو نہ صرف آپ کی تجاویز جو کہ میری نظر میں ہیں بلکہ اور بہت کچھ جو کہ قابل اصلاح ہے اور جس کا غالباً آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کی بھی اصلاح ہوگی۔

سوال نمبر ۱۶۔کیا آپکے پاس درج ذیل مسائل کا حل اور اصلاح کا ایجنڈا ہے کہ (۱) وکالت تبشیر کو کلرکوں والے کام میں سے نکال کر ساری دنیا کے متعلق ان پر عائد ہونے والی ذ۔

الجواب۔یہ سوال نامکمل ہے لیکن اسکے باوجود خاکسار آپکے اور افراد جماعت کے دکھ اور درد کو سمجھتا ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ یہ سب خامیاں دور ہونگی۔

سوال نمبر ۱۷۔کیا ناظر اعلیٰ ربوہ کے علاوہ سارے پاکستان کی احمدی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے امور کے جوابدہ نہیں ہیں وہ کیوں اعلان نہیں کرتے کہ ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی احمدی کو کسی بھی قسم کا مسئلہ یا شکایت ہو تو اپنے صدر یا امیر کو بتائے اگر پھر بھی اسکا مسئلہ حل نہ ہو تو وہ ناظر اعلیٰ کو بتائے۔کون ناظر اعلیٰ اور وکیل اعلیٰ کو ان کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا پابند کرے گا۔

الجواب۔یہ ضمنی خرابیاں ہیں جب ایک نظام کی قرآن مجید کی روح کے مطابق اصلاح ہو جائے گی تو یہ خرابیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔نہ کوئی آقا رہے گا اور نہ کوئی غلام اور نہ ہی کسی کو کسی دفتر کے آگے پہروں بیٹھنا پڑے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

سوال نمبر ۱۸۔آپکے پاس اس مسئلہ کا کیا حل ہے کہ خلیفہ وقت کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ دنیا کے ایک ایک ملک کی طرف توجہ کر سکیں کہ وہاں احمدیت کا نفوذ کس طرح ممکن بنایا جا سکتا ہے۔کون سا ادارہ یا کون سی مرکزی شوریٰ اس طرف توجہ کر کے پلان بنائے کہ لاطینی امریکہ، ساؤتھ امریکہ، ویت نام وغیرہ وغیرہ (سینکڑوں ملک ہیں جن کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں) میں کس طرح قدم آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔جماعت سے تجویز یا مشورہ تو انہوں نے لینا نہیں۔

الجواب۔جب کسی قوم کا سردار اپنی قوم کا خادم بن جاتا ہے اور وہ الگ قصروں کی بجائے عوام میں رہتا ہو تو پھر قوم کا ہر فرد خالد بن ولیدؓ، محمد بن قاسمؒ اور طارق بن زیادؒ بن جایا کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ پہلے جماعتی ڈھانچے کی اصلاح تو ہو۔آپ نے کنویں میں کتے کے گرنے (اور مرنے) کا قصہ تو سنا ہوگا جس سے لوگ پانی پیتے تھے۔وہ اس سے بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے؟ قصہ کوتاہ وہ اپنے ایک مولوی صاحب کے پاس گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کنویں سے بیس (۲۰) ڈول پانی کے نکال کر اسے دوبارہ استعمال میں لانا شروع کر دو۔پانی پاک صاف ہو جائے گا۔لوگوں نے حسب ہدایت ایسا ہی کیا۔مگر تعفن پھر بھی نہ گیا۔لوگوں نے دوبارہ مولوی صاحب سے رجوع کیا اور اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔مولوی صاحب نے جواباً پوچھا کیا آپ نے کتا کنویں سے نکال دیا تھا؟ لوگوں نے کہا نہیں۔تب مولوی صاحب نے کہا کم بختو! پہلے کتا تو نکالو۔پھر پانی نکالنا۔بسلسلہ ''نظام جماعت'' ہمارا بھی کچھ یہی اَلمیہ ہے۔جس وقت تک ہمارے نفس کا کالا کتا ہمارے اندر رہے گا یا ہمارے سارے کے سارے نظام کا ''مدارالمہام'' رہے گا تب تک یہ ''چمن'' یونہی رہے گا۔اور اس میں موجود ''تعفن'' بھی۔ایسے میں آپ لپ سروس کے طور پر جتنے مرضی اقدامات کریں۔تقریریں کریں۔لیکچر دیں۔اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔اور اسکی وجہ ایک مثال کے ذریعے میں نے آپکے سامنے رکھ دی ہے۔**میں حیران ہوں آپ ایسا صاحب فکر بندہ اسکے بلیو پرنٹ کو زبردست قرار دے رہا ہے۔آپ ذرا پردہ اُٹھا کر تو دیکھیں آپ کو یہاں اِس بلیو پرنٹ کا مفہوم لازماً بدلا ہوا نظر آئے گا۔۔۔۔؟**

سوال نمبر ۱۹۔اور بھی کئی باتیں اور مسئلے ہیں کیا بطور مصلح آپکے پاس انکا کوئی حل ہے۔

الجواب۔اگر نیت نیک ہو اور دل میں مخلوق خدا کا درد ہو اور کوئی انسان اپنی اَنا کے گھوڑے پر نہ بیٹھا ہو تو کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں کہ جس کا کوئی حل نہ ہو۔نہ صرف آپ بلکہ ہر احمدی کے پاس اگر کوئی تعمیری سوال ہو تو وہ مجھ سے ضرور پوچھے۔خاکسار اِنشاءاللہ تعالیٰ خوشی سے آپکے، احباب جماعت کے سوالوں کا جواب دے گا۔اور حسب سابق (اور حسب

ہدایت) سب رابطہ کرنیوالوں یا عہد وفا استوار کرنیوالے دوستوں کے نام ومقام اور پتہ جات کو مکمل صیغہ راز میں رکھے گا۔ کیا بلحاظ عہدہ اور کیا بلحاظ عمر اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تفریق نہیں۔ والسلام

خاکسار

عبدالغفار جنبہ

مورخہ ۱۰ رمئی ۲۰۰۶ سنہ ء۔ کیل جرمنی

☆☆☆☆☆☆☆